نوائے صوفیہ

ماہنامہ

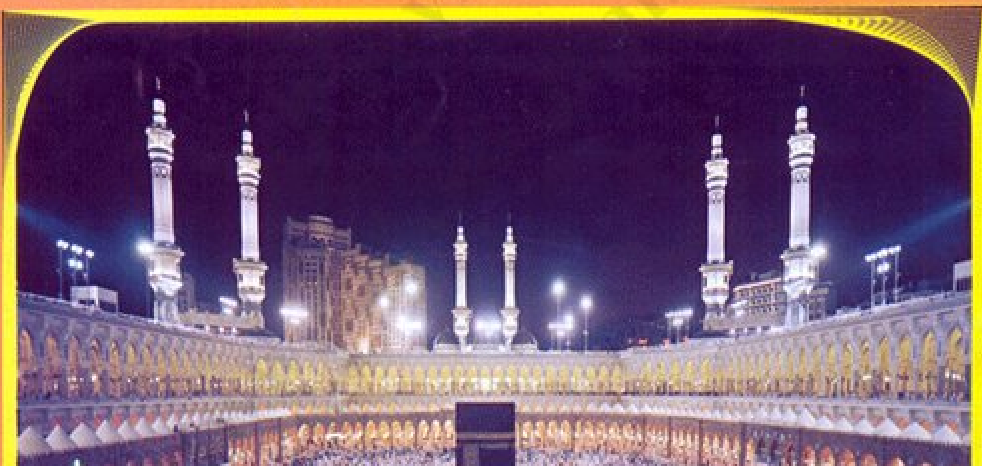
انٹرنیشنل

اسلام آباد

شمارہ نمبر 113

قیمت -/45 روپے

نومبر 2012ء



خانہ کعبہ کا ایک رُوح پرور منظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احیائے تصوف کا علمبردار اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب

Box Pic.bmp not found.

شمارہ : 113	نومبر 2012ء	ہدیہ: 45 روپے

مدیر

ابو العرفان علامہ محمد بشیر

کمپوزکاری اور ڈیزائن کاری

تصوف نیشنل لائبریری علی پور اسلام آباد

اہتمام

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن پاکستان

پتہ

A-358، سیکٹر G-6/1-1، اسلام آباد، پاکستان

ای میل ایڈریس

مضامین، خبریں و خطوط بذریعہ emial بھی بھیج سکتے ہیں

nawaesufia_intl@yahoo.com

اکاؤنٹ نمبر

چیک ڈرافٹ بنام ماہنامہ نوائے صوفیہ اکاؤنٹ نمبر 010-1773-8،

UBL سیکریٹریٹ برانچ، اسلام آباد

ایڈیٹر اینڈ پبلشر ایم بشیر نے اختر گرافک پریس، آئی نائن فور، اسلام آباد سے چھپوا کر دفتر نوائے صوفیہ A-358، G-6/1-1، اسلام آباد سے شائع کیا۔

فہرستِ مضامین

نام مضمون .... صفحہ نمبر

کیا زمیں نے نمایاں نشانِ ناز تمہارا
کیا فلک نے بھی اعلانِ امتیاز تمہارا

تمام کون و مکاں تیری مملکت کی حدوں میں
نہیں ہے محض مدینہ، فقط حجاز تمہارا

تھی رشکِ خلعتِ آدم، کلیم و نوحؑ و سلیمانؑ
گلیم جس کا تھا قسمت میں فرقِ ناز تمہارا

جو بحثِ نور و بشر میں پڑے ہیں کتنے ہیں ناداں
کہ جانتا ہے فقط بس وہ حکیم راز تمہارا

ہے وہ سعادتِ دنیا کہ ہے شفاعتِ عقبیٰ
ہے لطف و فیض کا ہر سلسلہ دراز تمہارا

ملول کرتا ہے غازیؔ کو جب بھی وضعِ زمانہ
نہال کرتا ہے انداز دلنواز تمہارا

☆☆☆☆☆

تفکر و تذکر

ہماری شناخت۔مذہب صوفیہ

اداریہ

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام

'یقیناً اللہ کے نزدیک (پسندیدہ) دین اسلام ہی ہے۔'

ماہنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل کے گزشتہ شمارے میں 'ہماری شناخت' کے زیرِ عنوان اداریے کے ضمن میں چند حقائق قارئین کے گوش گزار کی گئی ہیں۔ ہم التماس کرتے ہیں کہ قارئین کرام ان امور کی طرف پوری توجہ فرمائیں اور ان مندرجات کو مکرر پڑھ کر اس سبق کو حاصل کرنے کی سعی فرمائیں جو اتحاد بین المسلمین کا راستہ ہے اور عروۃ الوثقیٰ کی حقیقی تعبیر ٹھہرنے کے قابل ہے۔ ہم نے گزارش کی تھی کہ اہل صوفیہ کے لیے بالعموم اور اہل تصوف و اہل اسلام کے لیے بالخصوص اپنی نظریاتی سرحدوں کے تعین اور دفاع کے معاملے میں وہ مختصر ترین دستاویز نہایت اہم ہے جو چودہ اعتقادی نعرے کے نام سے ذواۃ الصوفیہ میں مندرج ہے۔ ہماری یہ کوشش ہوگی کہ اس اجمال کی تفصیل وقتاً فوقتاً پیش کی جاتی رہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے مذہب صوفیہ کی مختصر تشریح اور تفسیر پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔

حدیث جبرائیل کی روشنی میں دین کے تین بنیادی عناصر ایمان، اسلام اور احسان قرار پاتے ہیں۔ اس میں سے مؤخر الذکر عنصر کا نام بعد کے زمانے میں 'تصوف' پڑ گیا، جس سے مراد اخلاص فی العمل کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

مندرجہ بالا آیتِ کریمہ کی روشنی میں یہ امر یقینی اور محقق ٹھہرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک واحد پسندیدہ اور قابل قبول دین ٹھہرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں:

وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَا یُقْبَلُ مِنْهُ

'اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی دین طلب کرے تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔'

چنانچہ ثابت ہوا کہ صرف اور صرف وہی مذہب قابلِ قبول اور پسندیدہ ہے جو دینِ اسلام کی اساس پر استوار ہو۔ اگر کسی مذہب اور مسلک میں دین کے تین بنیادی اجزا یعنی ایمان، اسلام اور احسان (تصوف) میں سے کسی ایک بنیادی جزو کا فقدان ہو یا وہ جزو ناقص ہو تو ایسا مذہب دینِ اسلام کی روح کے مطابق نہیں ہوگا۔ اس حقیقت کو ذہن نشین کر لینے کے بعد جب ہم مذہب صوفیہ کی ماہیت کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ صرف یہی مذہب ہے کہ جس میں دین کے تین بنیادی اجزائے ترکیب بغیر کسی افراط و تفریط یا کمی بیشی کے بحد تمام و کمال موجود ہیں۔

مذہب صوفیہ کی حقیقت کو سب سے زیادہ خوبصورت انداز میں حضرت شاہ ہمدان علی ثانی علیہ الرحمہ کے ماموں اور مرشد حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی علیہ الرحمہ نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف 'العروۃ لاھل الخلوۃ و الجلوۃ' میں بیان فرمایا ہے۔ انشاء اللہ العزیز اس عظیم صوفیانہ تصنیف کا اردو ترجمہ جلد منظر عام پر آنے والا ہے۔ اس حوالے کو دورِ شاہجہانی کے مشہور صوفیانہ تذکرے 'مرآۃ الاسرار' از حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتیؒ میں نقل کیا گیا ہے۔ ذیل میں ہم متعلقہ اقتباس خود شیخ علیہ الرحمہ کی تصنیف کے مذکورہ بالا ترجمے سے پیش کرتے ہیں۔ حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ اپنی تلاشِ حق کی کہانی اس طرح بیان فرماتے ہیں:

'جب نفس تیری توقف کا شکار ہو کر اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ سے دامن گیر ہو کر اس سے التجائیں کرنے لگا اور گریہ و زاری سے دعائیں مانگنے لگا تو خدائے البر الرؤف الرحیم العطوف نے اس کی صدقِ التجا اور طلبِ حق میں صراطِ مستقیم پر اس کی ثابت قدمی کو دیکھ کر اس پر ترس کھایا اور الہام کے ذریعے یہ واضح کر دیا کہ امت محمدیہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کثیر فرقوں میں بٹنے کے باوجود سات ہی فرقوں میں منحصر ہے۔ ۱)جبریہ ۲)قدریہ ۳)معطلہ ۴)مشبہ ۵)خارجیہ ۶)رافضیہ ۷)سنیہ

لہذا تو اُس فرقہ کی تلاش کر جو توحید ذات میں غلو وتقصیر سے منزہ، صفات میں افراط وتفریط سے اور اہل بیت اطہار اور مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی شان میں بدگمانی کی بناء پر طعن وتشنیع کرنے میں تخلیط وتخبیط سے دُور رہتا ہو۔

تو میں ان ساتوں کے وجہ حال سے پردہ ہٹانے میں کوشاں ہوا تو دیکھا کہ جبریہ تو حید ذات میں غلو کرتے ہے،قدریہ تو حید ذات میں تقصیر کرتے ہیں،معطلہ تنزیہہ صفات میں افراط سے کام لیتے ہیں، مشبہ تنزیہہ صفات میں تفریط کا شکار ہیں،خارجیہ اہل بیت نبی علیہم السلام میں سے بعض ہستیوں کی شان میں گستاخی کرکے تخلیط کا شکار ہیں جبکہ اہل بیت سے حق تعالی نے گندگی کو دور کرکے انہیں پاک وصاف کیا ہے اوراپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو اہل بیت علیہم السلام کی دوستی اور محبت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

''کہہ دیجیے کہ میں تم سے تبلیغ رسالت کے بدلے قریبی رشتہ داروں کی مودت کے سوا کچھ نہیں مانگتا۔''

جب کہ بعض ناموس رسالت پر سب وشتم کرتے ہیں جن کی برائت وصفائی کا اعلان اللہ تعالی نے اپنے کلام مبین میں یہ فرماکر کیا ہے:

''اُولٰئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ

''وہ لوگ جن کے بارے میں تہمت باندھتے ہیں ان باتوں سے بالکل بری ہیں''۔

نیز اُن مہاجرین وانصار میں سے سابقین اولین کی اکثریت کی تکفیر کرتے ہیں جنہوں نے کٹھن وقتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کیا اوراپنی جان ومال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا اس لئے وہ ''تخبیط''یعنی بدحواسی کا شکار رہیں۔

سنیہ یعنی اہل سنت وجماعت کو حق پر پایا اور یہ صراط مستقیم پر گامزن ہیں یہ غلو وتقصیر،افراط وتفریط اور تخلیط وتخبیط کی جانب منحرف نہیں ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ چونکہ بندے کو اپنے فعل میں اختیار حاصل ہے اوراس پر ثواب وعقاب کا مدار ہے اس لیے جبر کا عقیدہ غلط ہے۔

اگر اس بات کو مدنظر رکھا جائے کہ سلسلۂ افعال کی انتہا اللہ تعالی ہی پر ہوتی ہے(بندے کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے) اس لئے قدر کا نظریہ غلط ہے جن صفات الہیہ کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اُن کو پیش نگاہ رکھا جائے تو معطلہ کا نظریہ غلط ٹھہرتا ہے۔

اس حقیقت کو اگر ملحوظ رکھا جائے کہ حق تعالی کو مخلوقات کے مشابہ قرار دینے سے عقلاً ونقلاً اس کی تنزیہ واجب ہے تو اس لحاظ سے مشبہ کا مذہب باطل ٹھہرتا ہے اگر یہ دیکھا جائے کہ اللہ تعالی نے اہل بیت علیہم السلام سے گندگی دور کرکے ان کو پاک رکھا ہے اوران کی مودت کا ہمیں حکم دے کر ان کی محبت کو واجب قرار دیا ہے تو خارجیوں کے مذہب کا بطلان عیاں ہوتا ہے اوراگر اُن سابقین اولین کو دیکھیں جنہوں نے كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا کے اعلائے حق کے لئے اپنی جان ومال صرف کیے اپنی اس کتاب میں،جس کی یہ شان ہے:

لَا يَأْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ

''باطل اس کتاب کے آگے سے آسکتی ہے اور نہ ہی اس کے پیچھے سے۔''

پھر یہ واضح اعلان کیا کہ:

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ

''اللہ ان سے راضی ہیں اور یہ اللہ سے راضی ہیں۔''

اسی طرح اللہ تعالی نے (سورہ نور کی) کئی آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت وصفائی کا اعلان فرمایا ہے۔ان آیات کا اول:

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ

بیشک وہ لوگ جنہوں نے افک میں سے حصہ لیا وہ ایک گروہ ہے تم اس کو برا مت سمجھو بلکہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور ان کا آخر:

اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ لَھُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ کَرِیْمٌ

'وہ لوگ جن کے بارے میں تہمت باندھتے ہیں ان باتوں سے بالکل بری ہیں ان کیلئے مغفرت اور اچھی رزق ہے'۔

اہل حق جہاں ان تمام باتوں کا اقرار کرتے ہیں وہاں فرقوں کی تکفیر سے اجتناب کرتے ہیں اور اُن کو مرتد بھی نہیں کہتے کیونکہ (یہ سارے فرقے اپنے مزعومہ عقیدے کا استناد قرآن سے کرتے ہیں۔ مثلاً:)

قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ 'کہہ دیجیے کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہیں'۔

نیز ارشاد خداوندی ہے:

وَلَوْ شَآءَ لَھَدٰیکُمْ اَجْمَعِیْنَ 'اگر وہ (اللہ) چاہتا تو تم سب کو ہدایت دیتا'۔

قدریہ نظریہ کی طرف مائل انسان اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو پیش کرتا ہے:

مَآ اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰہِ وَمَآ اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ

'تجھے جو بھی حسنہ ملے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور تجھے جو بھی سیئہ ملے وہ تیرے اپنے نفس کی طرف سے ہے'۔

نیز اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ اور ان سے قبل جھٹلانے والی قوموں کی حکایت نقل کرتے ہوئے فرمایا:

لَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَآ اَشْرَکْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ

'اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا کرتے اور نہ ہی ہم کسی چیز کو حرام کہتے'۔

معطلہ نظریہ کا حامل فرد اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے تمسک کرتے ہیں:

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ 'اس کی مانند کوئی شئے نہیں ہے'۔

مشبہ مذہب کا آدمی حق تعالیٰ کے اس فرمان سے استناد کرتے ہیں:

وَھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ 'وہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے'۔

یہ لوگ ان آیات واحادیث سے استدلال کرتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ تعالیٰ کی صورت، چہرہ، ہاتھ اور پہلو وغیرہ کا ذکر ہوا ہے۔

خارجی نظریہ سے متاثر فرد اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کرتا ہے:

فَالْحُکْمُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ الْکَبِیْرِ 'سو حکم کرنا کبریائی والے خدائے برتر ہی کو حاصل ہے'۔

نیز ارشاد خداوندی ہے:

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ 'اللہ کے سوا کسی کو حکم کرنے کا حق نہیں ہے'۔

رافضی ذہنیت کا حامل فرد قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یوں خطاب فرمایا:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی

'کہہ دیجیے کہ میں تم سے تبلیغ رسالت کے عوض قریبی رشتہ داروں کی مودت کے سوا کچھ نہیں مانگتا'۔

لیکن ان فرقوں کو ان مذکورہ آیات سے اللہ تعالیٰ کی مراد پر مطلع ہونے کی توفیق نہ ہوئی اس لئے ہر کسی نے اپنی اپنی ہوا وہوس کے مطابق مفہوم اخذ کیا اور غلو، تقصیر، افراط، تفریط، تخلیط اور تحبیط کی جانب مائل ہونے کی بناء پر صراط مستقیم سے بہت دور جا نکلے۔ راہ حق میں کجی ڈھونڈنے والے پیشواؤں سے متعصبانہ عقیدت اور اپنے آباء واجداد اور اساتذہ کی اندھی تقلید میں آیات قرآنی کی من پسند تاویلیں کرنے کی وجہ سے وہ سیدھے راستے سے بھٹک گئے اب وہ ایک دوسرے کے خلاف ایسے چھینٹے چلاتے ہیں اور جہالت وتعصب کا شکار ہو کر ایک دوسرے کو کفر کا فتویٰ دیتے ہیں یہ لوگ حق تعالیٰ کے اس فرمان کی حقیقت سے غافل ہیں:

باقی صفحہ 9 پر

قرآنیات

قرآن کی عظمت قرآن کی نظر میں

حاجی غلام حسین سرمکی

قرآن مجید سمجھ کر پڑھنے کی ضرورت کیوں؟

بھلا یہ لوگ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف پاتے ۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ (پڑھ کر سناؤ جو تمہاری طرف وحی کیا گیا ہے ۔الکہف: ۲۷) کیا ان لوگوں نے قرآن پر غور وفکر نہیں کیا یا ان لوگوں کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں ۔(محمد: ۲۴) لوگو ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب بھیجی ہے جس میں تمہارا ہی ذکر ہے ،کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے (الانبیاء: ۱۰) ہم سب جانتے ہیں کہ ہماری فلاح اور نجات صرف قرآن میں ہے اور اتباع قرآن کا عملی نمونہ سرور کائنات کی ذات اقدس ہے ۔محسن انسانیت نے اصلاح معاشرہ کے لئے افراد اور خاندانوں کو تباہ ہونے سے بچایا ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم حضور پاک ﷺ کی حیات مقدسہ کو مشعل راہ بناتے ہوئے اپنے روز وشب گزارنے کی ہر ممکن کوشش کریں نیز بھلائی اور خیر خواہی کے ہر کام کی طرف متوجہ رہیں ۔تلاوت قرآن مجید اللہ کے قرب کا ذریعہ اور باعث اجر وثواب عمل ہے ۔کتاب اللہ کی ایک آیت کا سننا سونے کے کان سے بہتر اور پڑھنا عرش کے علاوہ ہر چیز سے بہتر ہے ۔اور دنیا کی عارضی زندگی کی حیثیت ایک کھیل تماشہ اور دغا کی پونجی ہے ۔کتنی عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کا مرکزی موضوع انسان کو قرار دے دیا ہے یہی وجہ ہے کہ انسان فرشتوں سے بہتر اور اشرف المخلوقات ہے اور اس نے قرآن مجید میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کرنے کو کہا ہے وہ کرنے اور جو کچھ نہ کرنے کو کہا گیا ہے اس سے اپنے آپ کو بچانے کا وعدہ کیا ہے اور قرآن مجید جیسی عظیم امانت اپنے ذمہ لی ہے لیکن بدقسمتی اور رزالی بات یہ ہے کہ انسان یا تو قرآن مجید کو سرے سے پڑھ نہیں رہا ہے اور اگر پڑھ بھی رہا ہے تو سمجھ کر پڑھ نہیں رہا ہے جس سے وہ قرآن مجید کے احکامات پر بہتر عملدرآمد سے قاصر ہے آخر ہم اپنے عقل کو قرآن مجید سمجھنے کے لئے کیوں استعمال نہیں کرتے جبکہ دنیا کی پوری زندگی جو آخرت کے ایک دن کے برابر بھی نہیں اس دنیا کی عارضی فائدے کے لئے ہم کیا کیا مصیبتیں برداشت نہیں کرتے اور مختلف وسائل کو بروئے کار نہیں لاتے؟ جبکہ ایمان میں اضافے کے لئے جو جان سے بھی زیادہ عزیز ہے اس کے لئے ہم کیا تکلیفیں برداشت کر رہے ہیں اور قربانیاں دے رہے ہیں؟ کیا زمین اور آسمان میں موجود تمام چیزوں کا مالک ،خالق اور رازق اللہ نہیں ہے؟ اور جسے ہم اپنا سمجھ رہے ہیں دراصل وہ ہمارا نہیں ہے ہم تو اپنی جان کے بھی اصل مالک نہیں ہیں اور مال اور اولاد بقول قرآن مجید ایک فتنہ ہے ۔جس نے قرآن پاک کا علم سیکھا اسکی قیمت بڑھ گئی کیونکہ تم میں بہتر وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور دوسروں کو سکھایا لہذا آیئے قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھیں اور احکامات خداوندی پر عمل پیرا ہو کر اپنی اور اپنی اہل وعیال کی عاقبت سنواریں خیال رہے کہ دینی علم حاصل کرنا اور اس کے احکامات کی پیروی کرنا ماں کی گود سے لے کر قبر تک تمام مسلمانوں پر فرض ہے ۔ہے کوئی جو اپنی آخرت کے لئے موت قریب ہونے سے پہلے کوئی سامان کرلے (حضرت علیؑ)۔

آپ مصنف ہوں یا محقق ،طالب علم ہوں یا استاد ،ادیب ہوں یا شاعر ،مقرر ہوں یا مفکر ،سائنسدان ہوں یا صنعتکار ،عالم ہوں یا صوفی ،جج ہوں یا وکیل ،آپ کچھ بھی کیوں نہ ہوں ،یہ یقین کرلیں کہ اگر آپ نے قرآن حکیم کو نہیں پڑھا تو آپ علم سے محروم ہیں ۔آپ علم حاصل کرکے بھی علم کی چاشنی سے محروم ہیں اور آپ کو ابھی تک علم کا سرا بھی نہیں ملا ہے ۔علم کا سرچشمہ تو قرآن حکیم ہے ۔علم کی شاہ کلید قرآن

حکیم ہے اور وہ شخص جو قرآن سے محروم ہے یقیناً علم سے محروم ہے قرآن ہی آپ کو حقائق کی دنیا سے آشنا کرسکتا ہے، قرآن ہی سے آپ کی علمی پیاس بجھ سکتی ہے، قرآن ہی سے ذوق علم کی تسکین ہوسکتی ہے اور آپ کلام کے جوہر شناس بنا چاہتے ہیں تو وہ قرآن ہی ہے جو آپ پر کلام کے جواہر آشکار کرسکتا ہے۔ قرآن شغف زندگی کا حاصل ہے اس میں غور وفکر انسانیت کی معراج ہے اور اس کی روشنی میں اپنی شخصیت کی تعمیر سعادت و خوش بختی کا راز ہے، اس سے ہدایت حاصل کرنا دانشمندی اور اس کی ہدایت پر چلنا کامیابی کی ضمانت ہے (بشکریہ ماہنامہ سوچنے کی باتیں لاہور) اے لوگو جو ایمان لائے ہو میں بتاؤں تم کو وہ تجارت جو تمہیں عذاب الیم سے بچا دے؟ ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے ۔ یہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو (الصف) کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یوں ہی جنت میں چلے جاؤ گے ۔ حالانکہ ابھی اللہ نے تو یہ دیکھا ہی نہیں کہ تم میں کون وہ لوگ ہیں جو اسکی راہ میں جانیں لٹانے والے اور اسکی خاطر صبر کرنے والے ہیں ۔ (آل عمران)

لوگوں کو قرآن مجید سمجھ کر پڑھنے پر لگانے کا مقصد یہ ہے کہ گویا آپ نے اللہ کا تمام پیغام اس تک پہنچا دیا کیونکہ کوئی خشک اور تر نہیں جس کا بیان قرآن مجید میں موجود نہ ہو ۔ جب صورت حال یہ ہے تو پھر ہمیں قرآن کو سمجھ کر پہلے خود پڑھنے اور اعمال قرآنی سے خود کو آراستہ کرنے کی ضرورت ہے پھر دوسرں کو بھی اس بارے میں تلقین کرنا چاہیے تاکہ واقعتاً اللہ نے دیکھنے، سننے، سوچنے اور سمجھنے کی جو نعمتیں ہمیں عطا کی ہیں ان سے بھر پور فائدہ حاصل کرتے ہوئے اور شکر اور صبر کا سہارا لیتے ہوئے اصلی مستقبل اور خوشی اور دائمی کامیابی کے لئے کوشش کرسکیں ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بقول قرآن حکیم یہ ایک بری خبر ہے جس کو سن کر تم منہ پھیرتے ہو اور قیامت کے دن پیغمبر فرمائے گا کہ اے میرے رب لاقینا میری قوم کے لوگوں نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا ۔(الفرقان:٣٠) لہذا تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور برائی سے منع کرے کیونکہ تم ہی بہترین امت اور اشرف المخلوقات ہو مزید برآں یہ کہ تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور تفرقے میں مت پڑو ۔ جیسے کہ ہم سب جانتے ہیں کہ قرآن مجید کے علم کو حاصل کرنا اور ایک ایک فرد تک پہنچانا ہر مسلمان پر فرض ہے ۔ حدیث ہے کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور لوگوں کو اس بارے میں ترغیب دے ۔ قرآن مجید اللہ سے ڈرنے والوں کی رہنمائی کرتا ہے ۔ یہ ہدایت ان لوگوں کے کام نہیں آتی جن میں ہدایت حاصل کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے ۔ قرآن مجید پر لوگوں کا ایمان پختہ ہونا چاہے اور وہ باقاعدگی سے تلاوت کرے، معنی سمجھے تاکہ احکام خداوندی پر بہتر عملدرآمد خود بھی کرسکے اور لوگوں کو بھی اس بارے میں آگاہ کرسکے ۔ مخیر حضرات اللہ کے دیئے ہوئے اپنے وسائل کو قرآن کی وسیع تر اشاعت اور تقسیم کے سلسلے میں لگائیں تاکہ اس عظیم کام میں حصہ لے کر اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے باقیات وصالحات کا سامان پیدا کرسکیں یوں اپنے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کے حصول کا ذریعہ بنا سکیں ۔ اور اللہ نے اپنا پیغام دینے کے لئے جب کوئی رسول بھیجا ہے تو اس نے اپنی قوم ہی کی زبان میں پیغام دیا ہے تاکہ وہ انہیں اچھی طرح کھول کر بات سمجھائے ۔ (ابراہیم: ٤) اللہ تمہارے لئے احکام کی توضیح کرتا ہے تاکہ تم بھٹکتے نہ پھرو اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے ۔ (النساء) اور یہ حقیقت ہے کہ بہت سے جن اور انسان ایسے ہیں جن کو ہم نے جہنم ہی کے لئے پیدا کیا ہے کیونکہ ان کے پاس دل ہے مگر وہ ان سے سوچتے نہیں، ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں، ان کے پاس کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے ہیں ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھو گئے ہیں ۔ (الاعراف:٩ ١٧)

قرآن مجید انسانوں کی راہنمائی کے لئے دنیا میں اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہے اس کی تعلیمات پر عمل ہی سے دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے ۔ رسول اکرم ﷺ کی سیرت قرآن مجید کی جیتی جاگتی تشریح اور مسلمانوں کے لئے پیروی کا بہترین نمونہ ہے ۔ قرآن مجید میں انبیاء کرام کے واقعات بہترین نمونے ہیں ان روشن

مثالوں پر عمل کر کے دنیا کو صحیح اخلاق و کردار کی جھلک دکھائی جا سکتی ہے۔ جب تک مسلمانوں نے قرآن وسنت اور آیمہ کرام کی تعلیمات کو مضبوطی سے تھامے رکھا دنیا کی امامت ان کے ہاتھ میں رہی ان کا زوال اس وقت شروع ہوا جب ان تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ بھلا یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ شخص جو تمھارے رب کی اس کتاب جو اس نے تم پر نازل کی ہے حق جانتا ہے اور وہ شخص جو اس حقیقت کی طرف سے اندھا ہے دونوں یکساں ہو جائیں؟ نصیحت تو دانشمند لوگ ہی قبول کیا کرتے ہیں۔ (الرعد:۱۹)

قرآن پڑھنے کے بعد دوسروں کو آگاہ کرنا بھی ضروری ہے" ہم نے قرآن تم پر اس لئے نازل نہیں کیا ہے کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ یہ تو ایک یاددہانی ہے ہر اس شخص کے لئے جو ڈرے (طہٰ:۳)"

تفرقہ باز سخت سزا پائیں گے" اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم فرماں بردار ہو۔ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔۔۔۔۔۔" کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور کھلی کھلی واضح ہدایات پانے کے بعد پھر اختلافات میں مبتلا ہوئے جنھوں نے روش اختیار کی وہ اس روز سخت سزا پائیں گے۔ (ال عمران آیات ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۵)"

امت مسلم کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ نیکی کی دعوت دے اور برائی سے منع کرے۔

" (اے مسلمانو!) تم بہترین امت ہو تھیں پوری انسانیت کے لئے نکالا گیا ہے۔ تم بھلائی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو" (آل عمران آیت ۱۰۹، نیز حج آیت ۷۸، یوسف آیت ۱۰۸)

مسلمان مرد اور عورت کی پہچان: مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہیں بھلائی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں (توبہ آیت ۷۱)

نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے والے ہی کامیاب ہوں گے:

" اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو لوگوں کو خیر کی دعوت دے اور بھلائی کا حکم کرے اور برائی سے منع کرے اور یہی گروہ فلاح پانے والا ہے" (آل عمران ۱۰۴)" پس جب انہوں نے اس نصیحت کو بھلا دیا جو ان کو کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو برائی سے منع کرتے تھے اور ان لوگوں کو عذاب میں پکڑ لیا جو ظلم اور نافرمانی کرتے تھے" (الاعراف آیت ۵۶)

ہم پر نافرمان لوگوں کو اللہ کا پیغام پہنچا کر گواہ بننا لازمی ہے ورنہ پکڑ ہماری ہوگی!!

" اس طرح ہم نے تمھیں امت وسطا بنایا ہے تا کہ تم لوگوں کے خلاف گواہ بن جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمھارے خلاف گواہ بن جائیں" (البقرہ آیت ۱۴۳)

☆ (مومن وہ لوگ ہیں) جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار دیں تو نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کرنے کا نظام قائم کریں بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روک دیں اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ ہی کے پاس ہے (الحج آیت ۴۱) قرآن کے ان دو مقامات پر ایک عام مسلمان اور حکمران افراد کی ذمہ داریوں کو بیان کیا گیا ہے اگر ہم برائی کرنے والے بندوں کو تبلیغ نہ کریں گے اور حکمران ان کو اللہ کے احکام کے مطابق عمل کرنے کا پابند نہ کریں گے تو دونوں گروہ خود بھی پکڑے جائیں گے۔

دعوت و تبلیغ کا نقطہ آغاز!! " اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے جس کا جلنے کا سامان انسان اور پتھر ہوں گے، جس پر نہایت تند خو اور سخت گیر فرشتے مقرر ہوں گے جو کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم بھی انہیں دیا جاتا ہے اسے بجا لاتے ہیں۔ (التحریم آیت ۶، ۷)" (اے نبی ﷺ) اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤ۔ اور ایمان لانے والوں میں سے جو لوگ تمھاری پیروی اختیار کریں ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ۔ لیکن

بقیہ صفحہ نمبر 29 پر

بقیہ: ہماری شناخت مذہب صوفیہ

لَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا۔

’اگر یہ قرآن اللہ کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا تو وہ اس میں بہت سارے اختلافات پاتے۔‘

چنانچہ نفس میں سُنی عقیدے اور طریقہ کی صحت پر یقین پیدا ہوا اور یہی جانا کہ یہی لوگ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالی نے قرآن مجید کی اس آیت میں کیا ہے۔

وَالَّذِیْنَ جَاءُوْا مِنْ بَعْدِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

’اور جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سے پہلے با ایمان گزرے ہیں، تو ہمارے دلوں میں اُن سے کسی قسم کی کدورت نہ ڈال جو ایمان لائے ہیں بیشک تو مہربان نہایت رحم والا ہے۔‘

لیکن جب میں سُنیوں کی صحبت میں رہا اور ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا تو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے سے بہت اختلاف رکھتے ہیں اور اصل حقیقت کو جانے بغیر معمولی معمولی باتوں پر ایک دوسرے پر فتوی صادر کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے ائمہ اربعہ کے مذہب کو قرآن وحدیث کے موافق پایا مگر ان کے ماننے والے باہمی جنگ وجدال اور تعصب ومنافرت کا شکار رہتے، تو اس یقین کے باوجود کہ ان کا مذہب سب سے بہتر مذہب ہے اور ان کا فرقہ باقی فرقوں کی نسبت حق کے زیادہ قریب ہے میری طبیعت اُن سے اچاٹ ہوئی اور اُن کی صحبت میں مجھے وحشت محسوس ہُوئی میں نے اپنے جی میں کہا:

اَلْوَحْدَۃُ خَیْرٌ مِنْ رَفِیْقِ السُّوْءِ ’بُرے ساتھی سے تو تنہائی بہتر ہے۔‘ اور ان سے کٹ کر گوشہ تنہائی اختیار کیا۔

یہاں تک کہ آسمان دل سے پردے کے بادل چھٹ گئے اور میں نے حالت کشف میں تین آدمیوں کو دیکھا جو نہایت ہی اہل صفا دکھائی دیے۔ مجھے اپنی رگ وپے میں اُن کی بُوئے محبت محسوس ہوئی اور اُن کے دیکھنے سے میری جان میں جان آئی میں آگے بڑھا اور اُن کو سلام کیا تو انہوں نے بہتر انداز میں میرے سلام کا جواب دیا اور اس فقیر کی تکریم وتعظیم کی۔ میں نے پوچھا ’آپ کون ہیں؟ مجھے آپ کے چہروں پر صالحین کے آثار نظر آتے ہیں۔‘ وہ بولے:

’۱۔ ہم **بندگان خدا** ہیں۔

۲۔ ہم تکمیل انسانیت کی تینوں شرطوں سیاست، **طہارت اور عبادت** کی پاسداری کرتے ہیں۔

۳۔ ہم ان تینوں شرطوں کی پاسداری میں **ظاہر وباطن** دونوں کا اعتبار کرتے ہیں۔

۴۔ ہم **دین اسلام کی روشن ملت کی متابعت کرنے والے** ہیں جس کی سیاست اشمل واکمل ہے اس کی طہارت اتم واجمل ہے اور اس کی عبادت اقل واکمل اور اوفی واعظم اجرا ہے۔

۵۔ ہم اس مذہب پر چلنے والے ہیں جو **غلو وتقصیر، افراط وتفریط اور تقلید وتحدید** سے احتراز کرتے ہیں۔

۶۔ اور ہم **کلمہ شہادتین کا اقرار کر کے بیت اللہ الحرام کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے والے کسی کو کافر نہیں کہتے**۔‘

میں نے پُوچھا ’ائمہ اربعہ ابو حنیفہ، مالک، شافعی اور احمد کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟‘

وہ بولے ’ہم اُن کی تعریف کرتے ہیں اور دین کے معاملے میں اُن کے اجتہاد اور مساعی کی قدر کرتے ہیں۔‘ مجھے اُن کی اچھی گفتگو اور صحیح صورت حال پسند آئی۔ میں نے پوچھا ’آپ کے مذہب کا نام ونسبت کیا ہے؟‘

وہ بولے ’ہمیں **صوفیہ** کہتے ہیں اور ہمارے کل سات **طبقات** ہیں:

(۱) طبقۂ طالبان (۲) طبقۂ مریدان (۳) طبقۂ سالکان (۴) طبقۂ سائران (۵) طبقۂ طائران (۶) طبقۂ واصلان (۷) قطب ارشاد

قطب ارشاد زمانے میں ایک ہی پیدا ہوا کرتا ہے اور اس کا دل دل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوتا ہے اسی طرح قطب ابدال بھی

زمانے میں ایک ہوتا ہے لیکن وہ مخفی ہوتا ہے اور اس کا دل قلب اسرافیل پر ہوتا ہے۔

جب مجھے غیب کی حالت کشف سے افاقہ حاصل ہوا تو ان صوفیہ کو دیکھنے کا شوق ہوا اُن کے بارے میں پوچھا مگر عالم شہادت میں اُن کے وجود کا کوئی اثر نہ پایا، لیکن خرقہ پوشوں اور سجادہ نشین پیروں کی کمی نہ تھی تو جیسے حضرت شیخ ابو بکر شبلی قدس سرہ کا قول یاد آیا جو انہوں نے عربی اس شعر سے استشہاد کرتے ہوئے کہا تھا:

أَمَّا الْخِيَامُ فَإِنَّهَا كَخِيَامِهِمْ

وَأَرَى نِسَاءَ الْحَيِّ غَيْرَ نِسَائِهَا

'خیمے تو انہی خیموں جیسے ہیں لیکن یہ حی قبیلے کی عورتیں نہیں بلکہ وہ کوئی اور لگتی ہیں۔'

پوشیدہ مرقع انداز این خامی چند

نارفته ره صدق وصفا گامی چند

بگرفته ز طامات الف لافی چند

بدنام کننده ای نکونامی چند

'چند سجادہ نشینوں نے راہ صدق وصفا پر چند قدم چلے بغیر پیریت کا خرقہ پہن رکھا ہے یہ لوگ اپنی بڑائی جتانے کے لئے اسرار تصوف کی چند باتیں کر کے ڈینگیں مارتے ہیں اور بہت سے نیک نام صوفیہ کو بدنام کرنے والے ہیں۔'

جب خارجی دنیا میں اُن کے وجود سے میں مایوس ہُوا تو ان کی تصنیفات اور اُن کی سیرت ومناقب سیر وسلوک کی کیفیت ،عزلت ،خلوت ،جلوت اور اُن کے مقامات وحالات کے بارے میں لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا تو مجھے ان کتابوں سے بڑا اُنس پیدا ہوا اور میں اپنے جی میں یہی گن گانے لگا کہ وَخَيْرُ جَلِيْسٍ فِي الزَّمَانِ كِتَابٌ 'زمانے میں بہترین ساتھی تو کتاب ہے۔'

میرا صوفیہ کو دیکھنے کا شوق دن بدن بڑھتا گیا اور میں اللہ سے اس بات کی توفیق مانگتا کہ 'اے اللہ! مجھے صوفیا کی خدمت سے باریاب کر، اُن کی صحبت کا حقدار ٹھہرا، اُن کی رفاقت سے بہرہ مند کر، اور اُن کے انفاس کی برکتوں سے مستفیض ہونے کی استعداد عطا کر۔'

اس کے بعد مکار وغدار اور دھوکہ باز شیطان میرے سینے میں وسوسے ڈال سکنے سے مایوس ہُوا اور میرے مذہب وطریقہ کی صحت کے بارے میں شکوک وشبہات ڈالنے سے ناامید ہوا مجھے پر گندہ خیالی کی تھکاوٹ اور راہ طلب کی ناکہ ٹوٹیوں کی زحمت سے آرام ملا۔ اب نفس شریعت محمدی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مطابق مطمئن ہو کر عبادت بجالاتے ہوئے باہر سے آنے والے مسافرین سے احوالِ صوفیہ کے بارے میں پوچھا کرتا تا کہ اُن کی قدم بوسی سے مشرف ہوسکوں اور ظاہر وباطن میں اُن کی حُسن سیرت اور نور بصیرت کی اقتداء کرسکوں اب فصل ثانی میں ان شاءاللہ تعالیٰ یہ بیان ہوگا کہ میں کیونکر اُن کی بارگاہ میں باریاب ہُوا؟ اُن کے انفاس مبارکہ سے دولت جاودانی کس طرح پائی؟ اور خاطر پریشان اور دل پُر درد کو صوفیہ کی صحبت سے کیسے مداوا اور راحت ملی؟

'العروہ لاھل الخلوہ والجلوۃ' کے دوسرے باب میں حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی ؒ نے غیبی رہنمائی کے تحت حضرت شیخ عبدالرحمٰن اسفرائنیؒ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر ان کے دستِ حق پرست پر بیعت کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ واقعات اپنی جگہ نہایت ایمان افروز ہیں اور ان شاءاللہ تعالیٰ نوائے صوفیہ میں مناسب موقعوں پر ان کا ذکر ضرور ہو گا۔ یہ وہ مذہب ہے جسے آج کے دورِ پرفتن میں مذہب صوفیہ نوربخشیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور یہ وہ سلسلہ ہے جو سلسلۃ الذہب الصوفیۂ کے نام سے جملہ اہلِ تصوف وعرفان کے لیے باعث صد رشک بنا ہوا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت امام المتقین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی وساطت سے جملہ ائمہ اہلِ بیت کو یہ بیدا پہنچتا ہے۔ اور شاہِ خراساں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی وساطت سے حضرت شیخ معروف کرخی علیہ الرحمہ کو یہ امانت پہنچتی ہے، پھر حضرت شیخ سری سقطیؒ کو اور پھر امام الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ کو۔ پھر آسمان تصوف کے درخشندہ ستارے حضرت

باقی صفحہ نمبر 12 پر

اهل بيت

تعلق اهل بیت

زاهده دلشاد مدرسه شاه همدان کراچی

سیدہ سلام اللہ علیہا کے گھرانے کا دشمن منافق، بدبخت اور دوزخی ہے۔

عن ابی سعید الخدری قال: قال رسول الله من البغضنا اهل بیت فهم فنافق.

''حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہم اہل بیت سے بغض رکھا اس نے منافقت کی۔''

عن زرقال: قال علی لا یحبنا منافق ولا یبغضنا مومن.

''حضرت زرؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: منافق شخص کبھی بھی ہمارے ساتھ محبت نہیں کرتا اور مومن شخص کبھی بھی ہمارے ساتھ بغض نہیں رکھتا۔''

عن جابر بن عبداللہ الانصاری قال: خطبنا رسول الله وهو یقول ایها الناس من ابغضنا اهل بیت حشره الله یوم القیامة یهودیا. فقلت یا رسول الله او ان صام وصلی؟ قال: وان صام وصلی.

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا، آپ فرما رہے تھے کہ'' جس نے ہم اہل بیت کے ساتھ بغض رکھا روزِ قیامت اس کا حشر یہودیوں کے ساتھ ہوگا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگرچہ وہ روزہ رکھے اور نماز بھی پڑھے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں! اگرچہ وہ روزہ رکھے اور نماز بھی پڑھے اس کے باوجود دشمن اہل بیت ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی عبادت کو رد فرما کر اسے یہودیوں کے ساتھ اٹھائے گا۔''

عن ابی سعید الخدری قال: رسول الله والذی نفسی بیده لا یبغضنا اهل بیت احد لا ادخله الله النار.

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: ''خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! ہم اہل بیت سے بغض رکھنے والا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں کہ جسے اللہ تعالیٰ جہنم میں نہ ڈالے۔''

عن ابن عباس قال: قال رسول الله لو ان رجلا صفا بین الرکن والمقام فصلی وصام ماثم لقی الله وهو مبغض لاهل بیت محمد دخل النار.

حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی شخص کعبۃ اللہ کے پاس رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو کر نماز ادا کرے اور روزہ بھی رکھے اور پھر وہ اس حال میں مرے کہ اہل بیت سے بغض ہو تو وہ شخص جہنم میں جائے گا۔

''حضرت مسورؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاطمہ میری شاخِ ثمربار ہے، اس کی خوشی مجھے خوش کرتی ہے اور اس کی پریشانی مجھے پریشان کرتی ہے۔''

''حضرت عبداللہ بن عباس سے مرفوعاً حدیث مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں درخت ہوں، فاطمہ اس کی ٹہنی ہے، علیؓ اس کا شگوفہ اور حسنؓ و حسینؓ اس کا پھل ہیں اور اہل بیت سے محبت کرنے والے اس کے پتے ہیں یہ سب جنت میں ہوں گے، یہ حق ہے، حق ہے۔''

شهادة النبي لعفة فاطمةؑ وعرضها:

عن عبد الله قال: قال رسول الله ان فاطمة احصنت فرجها فهم الله ذریتها علی النا.

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرمؐ نے

فرمایا: بیشک فاطمہ نے اپنی عصمت اور پاک دامنی کی ایسی حفاظت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد پر آگ حرام کردی ہے۔''

عن عبد اللّٰہ قال: قال رسول اللّٰہ ان فاطمۃ حصنت فرجہا وان اللّٰہ او خلہا یا حہان وذریتہا الجنۃ.

''حضرت عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ نے اپنی عصمت اور پاک دامنی کی ایسی حفاظت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی عصمت مطہرہ کے طفیل اسے اور اس کی اولاد کو جنت میں داخل فرما دیا۔''

أمر اللہ النبیؐ بتزویج فاطمہؓ من علی بن ابی طالبؑ:

''حضرت علیؑ سے سیدہ سلام اللہ علیہا کے نکاح کا حکم خود باری تعالیٰ نے دیا۔''

عن عبداللہ بن مسعودؓ قال: ان اللہ امرنی ان ازوج فاطمۃ من علیؑ.

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علیؑ سے کردوں۔''

قال رسول اللّٰہؐ یا انس! اتدری ماجاء نی بہ جبریل من صاحب العرش؟ قال: ان اللّٰہ امرنی ان ازوج فاطمۃ من علیؑ.

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے انس! کیا تم جانتے ہو کہ جبرئیل میرے پاس صاحب عرش کا کیا پیغام لائے ہیں؟ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علیؑ سے کر دوں۔

دعا ہے اللہ ہم سب کو اہل بیت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

☆☆☆☆☆

بقیہ: ہماری شناخت مذہب صوفیہ

شیخ احمد غزالی علیہ الرحمہ، اور حضرت شیخ کبریٰ علیہ الرحمہ شیخ ولی تراش اس سلسلے میں آتے ہیں اور آگے چل کر حضرت شیخ عبدالرحمان اسفرائنی علیہ الرحمہ کی وساطت سے یہ سونے کی زنجیر حضرت علاءالدولہ سمنانی علیہ الرحمہ اور حضرت میر سید علی ہمدانی علیہ الرحمہ اور اس طرح نوبت بہ نوبت غوث الاعظم، امام العالم حضرت میر سید محمد نوربخش قہستانیؒ کی ذات بابرکات تک پہنچی ہے۔

افسوس آج یہ عظیم مذہب اور سونے کی خوبصورت زنجیر جس کے حسن وخوبی کی تعریف میں ایک زمانہ رطب اللسان رہا ہے، بلتستان کے دور افتادہ پہاڑوں میں گوشۂ گمنامی میں پڑا ہے۔ گزشتہ شمارے میں اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ اہل صوفیہ نوربخشیہ کے لیے ضروری ہے کہ نوربخش علیہ الرحمہ سے لے کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات تک سونے کی اس زنجیر کی تمام کڑیوں کو اپنانا اور ان تمام بزرگوں کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ہمارے لیے ضروری ہے۔

انشاءاللہ العزیز اگلے شمارے میں اس مذہب کی بعض اور خصوصیات واضح کی جائیں گی۔

ضروری گزارش:

ماہنامہ نوائے صوفیہ میں چھپنے والے مضامین کا طبع زاد ہونا ضروری ہے۔ البتہ تحقیقی مضامین میں ماخذ و مصادر کے حوالے درج کرتے ہوئے دیگر مصنفین کی نگارشات سے استفادہ مستحسن ہے۔ بدقسمتی سے بعض قلمکار کسی اور مصنف کی کتاب سے اقتباس کو بغیر حوالہ دیے من وعن اشاعت کے لیے بھیج دیتے ہیں۔ یہ ادبی سرقہ ہے اور قابل مواخذہ جرم ہے۔ لہذا آئندہ نوائے صوفیہ میں کسی ایسے مضمون کو شائع نہیں کیا جائے گا جس کے طبع زاد یا ماخوذ ہونے کا حوالہ درج نہ ہو۔ شکریہ۔

☆☆☆☆☆

نوربخشیات

نوربخش کے سائنسی افکار

پروفیسر ذاکر حسین ذاکر

نظریہ اضافیت:

کافی عرصے سے یہ محسوس کر رہا تھا کہ میر سید محمد نوربخشؒ جن کو ان کے شاگرد اور مرید اپنے وقت کے افلاطون اور جالینوس کے القابات سے بھی یاد کرتے تھے، انکی سائنسی نظریات کو عام فہم اور جدید سائنس کی زبان میں پیش کرنے اور تشریح کرنے کی اشد ضرورت ہے، کیونکہ نوربخشؒ کے سائنسی افکار حیران کن حد تک کی جدید ترین سائنسی نظریات سے نہ صرف ہم آہنگ ہے بلکہ کئی تشنۂ تحقیق معاملات کے بارے میں بھی رہنمائی کرتی ہے۔ اس ضمن میں کتاب لکھنے کی خواہش ہے جو انشاءاللہ قارئین کی دعاؤں سے مکمل ہوگی تاہم ان خیالات اور تشریحات کو فی الحال سلسلہ وار مضامین کی صورت میں پیش کرنے کی سعی کروں گا تاکہ زیادہ سے زیادہ قارئین استفادہ کرسکیں۔ انشاءاللہ یہ مضامین سائنس کا پس منظر رکھنے والے قارئین کیلئے زیادہ مفید ہوگا اور سائنس اور تصوف دونوں سے واقفیت رکھنے والوں کیلئے کافی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ اس ضمن کی پہلی کاوش نظریہ اضافیت کے حوالے سے میر سید محمد نوربخشؒ کے افکار کا جائزہ ہے۔ تشریحات میری اپنی ہیں، جو غلط بھی ہوسکتی ہیں آپ ان سے اختلاف بھی کرسکتے، سوالات بھی اٹھا سکتے ہیں تاکہ تحقیق وجستجو کا سلسلہ مزید آگے بڑھے اور نوربخشی صوفی روحانیات کی مابعد الطبعیاتی افکار سے آگاہی حاصل ہو۔

کہا جاتا ہے کہ نظری طبعیات میں نظریہ اضافیت گزشتہ ہزارویں millinium کا سب سے عظیم سائنسی نظریہ ہے۔ اس نظریے کے کئی پہلو تجربات سے ثابت ہوچکے ہیں جبکہ بہت سارے پہلو ابھی ثابت ہونا باقی ہیں۔ البرٹ آئن سٹائن نے اس نظریے کو منظم طور پر سائنسی اور ریاضیاتی پیرائے میں پیش کیا تھا۔ اس نظریے نے نہ صرف طبعیات (فزکس) میں بلکہ تمام علوم بشمول سماجی و معاشرتی علوم اور مذہبی علوم تک میں ایک ارتعاش پیدا کردیا۔ صدیوں کی ساکن و مسلم اور مطلق static, authentic and absolute حقائق پر مبنی کائنات کا تصور اور یوں یکساں حقیقت uniformity of reality کی نظریات کو ہلا کر رکھ دیا۔

حرکت اور سکون کی کیفیات کا انحصار اور ان کا احساس مشاہدہ کرنے والے کی حالت اور پوزیشن پر ہوگی۔ یوں مختلف حوالوں سے مشاہدہ کرنے والوں کیلئے حرکت و سکون اور رفتار کی نوعیت مختلف ہونگے۔ رفتار بڑھ جائے تو وقت بھی بڑھ جائے گا۔ اگر یوں کہیں تو بے جا نہ ہوگا کہ جن کی رفتار زیادہ ہوگی وہ زیادہ زندگی پائیں گے۔ آخر زندگی کیا ہے، لمحات حیات کا نام اور لمحات کیا ہیں کسی بھی دو واقعات کے درمیانی وقفے کا نام اور واقعات کیا ہیں کسی بھی نوعیت کی تبدیلی کا نام، یوں کم سے کم عرصے میں تبدیلیاں جتنی زیادہ پیدا کی جاسکیں، یعنی بالفاظ دیگر رفتار بڑھائی جاسکے، تو اسی حساب سے وقت میں اضافہ یعنی زندگی میں اضافہ ہوگا۔ یہ اگرچہ میری اپنی تشریح ہے لیکن آگے چل کر معلوم ہوگا کہ یہ تشریح کس حد تک اصل نظریہ اضافیت اور صوفی روحانیات کے بنیادی اصولوں سے ملتی جلتی ہیں۔ میں کوشش کروں گا کہ جہاں ممکن ہو اپنی تشریحات اور تمثیلات کے ساتھ نظریہ اضافیت کے تصورات وتمثیلات کے ضمن میں میر سید محمد نوربخشؒ کے اپنے الفاظ وعبارات تحریر کروں۔

نظریہ اضافیت کا ایک اور اہم ترین پہلو یہ ہے کہ انسان کا حواس اور عقلی ذرائع سے حاصل کردہ علوم اضافی ہیں۔ اضافی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان میں قطعیت اور مطلقیت نہیں پائی جاتی۔ قطعیت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی شے یا مظہر کو مختلف لوگ مختلف انداز سے دیکھتے ہیں، یوں انکی تشریح یا مفہوم بھی مختلف ہوسکتے ہیں،

چونکہ یہ اختلاف رائے، تشریح، انداز یا مفہوم خود مشاہدہ کردہ حقیقت کی نوعیت کے عین مطابق ہے لہٰذا کسی کی بھی رائے کو غلط نہیں کہا جا سکتا۔ ہر کوئی اپنے حوالے کے فریم میں بیٹھ کر اپنے مشاہدات یا تجربات کو بیان کر رہا ہوتا ہے۔ اگر وہ دیدہ و دانستہ بقصد جھوٹ نہ بولے تو اس کا بیان اُس حوالے کے فریم میں، اُسی شاہد کے حوالے سے درست ہے۔ یوں اختلاف رائے یا اختلاف اظہار دراصل مشاہدہ کرنے والے کی تجرباتی کیفیت میں اختلاف کی وجہ سے ہے۔ تجرباتی کیفیت کا انحصار مشاہدہ کرنے والے کی حوالے کا فریم اور پوزیشن پر ہے۔ لہٰذا اختلافات اضافی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ چونکہ اختلاف رائے اور یوں علم میں تنوع اصل صورتحال کے مطابق ہے لہٰذا اخلاقی اور مذہبی مفہوم میں بھی اس طرح کے اختلافات کو قبول کیا جانا چاہیے۔ ہر کوئی اپنے طور پر یا اپنے تئیں درست ہو سکتا ہے۔ انتہائی دلچسپ بات یہ ہے کہ موجودہ دور میں مذہبی انتہا پسندی کی بنیاد ہی اس اصول کو نہ ماننے کی وجہ سے ہے۔ ہر گروہ صرف اپنے انداز عمل اور انداز فکر کو ہی نہ صرف درست، بلکہ قطعی، اٹل اور ناقابل تنقید سمجھتا ہے، یوں اپنے علاوہ تمام نکتہ ہائے نظر کو غلط تصور کرتے ہوئے ان کی نفی کرتے ہیں اور اختلاف رائے کو تسلیم نہ کرنے کی بنا پر معاندانہ اختلافات جنم لیتے ہیں جو انتہا پسندی اور کبھی کبھی شدت پسندی کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ یہ خیال نہیں کرتے کہ علم اور درجات یقین کے بے پناہ مدارج ہو سکتے ہیں۔ اگر متنوع اور کثیر الجہتی مدارج علم و یقین کے امکان کو تسلیم کر لیں تو شاید معاندانہ اختلافات کی نوبت ہی نہ آئے۔ لیکن وہ دریا دلی کہاں سے لائے، جو مولائے روم ؒ جیسی ہستیوں کو نصیب تھا۔

تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں کے مابین سب سے زیادہ تنازع تقدیر کے معاملے پر رہا ہے، واقعی یہ ایک بنیادی سوال بھی ہے۔ لیکن اس معاملے پر فقہا اور علمائے نے فتویٰ بازی سے بھی گریز نہیں کیا۔ ایک طرف تو ہر شے نوعِ تقدیر بن گئی اور انسان کی حیثیت ایک روبوٹ کی سی ہو گئی جو صرف پروگرام کے مطابق ہی چل سکتا ہے اور اس کے سوا کرنا اس کے بس کی بات نہیں۔ یوں ایک لحاظ سے احسن تقویم کی عظمت جو آزادیٔ افکار اور سعی و عمل کی بنا پر ممکن ہے، ناممکن ہو کر رہ گئی۔ دوسری طرف حیات و ممات سمیت ہر تبدیلی اور نتیجے کا ذمہ دار صرف فرد کو گردانا۔ سادہ لفظوں میں بندے کو خدا بنا دیا، جبکہ خدا نے بندے کو اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ بندہ مختار اس لیے ہے کیونکہ اس کو اختیارات دیے ہیں، لیکن تمام اختیارات تفویض کردہ ہیں۔ کبھی کبھار کچھ بزرگوں نے بیچ کی ایک راہ نکالنے کی بھی کوشش کی۔ بہر حال میرے خیال میں معاملہ ابھی تک عموی تفہیم کیلئے تسلی بخش تشریح کا طالب ہے۔ اسی طرح وحدت و کثرت کی دوئی نے بھی علماء اور حکما کو کافی پریشان کیے رکھا ہے۔

وحدت و کثرت اور تقدیر کے موضوع پر میر سید محمد نوربخش ؒ کی تمثیلی تشریحات اور تفاسیر پڑھ کر مجھے ان تمثیلات کے نظریہ اضافیت کے ساتھ حیران کن حد تک مطابقت دیکھ کر خوشگوار حیرت ہوئی۔ یوں سمجھ لیں کہ جو لوگ سائنسی اعتبار سے نظریہ اضافیت سے آگاہ نہیں، انہیں اس نظریے کو سمجھنے میں بھی یہ تمثیل آسان ترین الفاظ اور انداز میں نہایت معاون ہوگی۔ نہ صرف یہ بلکہ اعتقادی حوالے سے اضافیتی نکتہ نظر کو سمجھنے کے بعد رواداری، اختلاف رائے کو تسلیم کرنے اور حقیقت حال کو تکثریت پسندی کی نگاہوں سے دیکھنے کے قائل ہوں گے جو نہ صرف معاندانہ اختلافات کو کم کرے گا بلکہ جدید سائنسی اور علمیاتی epistemological نظریات اور اصولوں کے مطابق افکار کو جانچنے اور پرکھنے کا بھی موقع فراہم کرے گا۔

تقدیر اور وحدت و کثرت کے حوالوں سے میر سید محمد نوربخش ؒ کی علمی دلائل اور تمثیلات کو پیش کرنے سے قبل مذہبی اعتبار سے صوفیانہ ادب میں اضافیتی افکار کی چند مثالیں اور تمثیلات پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ نظریہ اضافیت کے ساتھ معنوی اضافیت اور اضافیتی معنویت کے بارے میں تفہیم آسان ہو۔

کہتے ہیں ایک مرتبہ مولانا رومیؒ خطاب فرما رہے تھے۔ دوران خطاب آپ نے فرمایا کہ' کہتے ہیں اسلام کے بہتر فرقے ہیں اور میں اصولی طور پر سب سے اتفاق کرتا ہوں'۔ یہ سننا تھا ایک مولوی

صاحب کھڑے ہوئے اور کہنے لگا پھر آپ ملحد ہیں، زندیق ہیں، منافق ہیں وغیرہ وغیرہ جب مولوی اپنی بھڑاس نکال کر بیٹھ گئے تو رومیؒ نے بڑے نرم لہجے میں فرمایا "میں آپ سے بھی اتفاق کرتا ہوں"۔

یہ ہے رومیؒ جیسی ہستی کا انداز، سٹائل اور طرزِ فکر۔ چونکہ رومیؒ بھی اخلاقی اضافیت کے رموز سے آشکار تھے اور سمجھتے تھے کہ بے چارہ مولوی اپنی فہم اور معلومات کے مطابق خوش عقیدگی میں اپنے تئیں ٹھیک بول رہا ہے۔ اس کے حوالے کا محور اور ہے، جبکہ رومی کے حوالے کا محور (frame of reference) اور ہے۔

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں، لیکن
ملا کی آذاں اور، مجاہد کی آذاں اور
پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہین کا جہاں اور

اب اگر کوئی شاہین اپنے جہاں کی باتیں کسی کرگس سے کرے تو کیا ہوگا، اور اگر کوئی کرگس شاہین سے اپنے جہاں کی باتیں کرے تو کیسی ہوگی۔ دونوں کی نظر میں فرق ہے، انداز فکر میں فرق ہے۔ ایک ہی فضا میں ہوتے ہوئے بھی نہ دونوں کا مدعا یکساں ہے، نہ ذوقِ نظر ایک جیسا ہے، نہ پرواز کا انداز یکساں ہے نہ ہی پرواز اور بلندی کے مفہوم ایک جیسے ہیں۔ یہاں تک کہ خود شاہینوں میں بھی فرق ہے۔ وہ شاہین جس نے طویل ریاضت اور مشقت سے حیاتِ نو حاصل کرکے نئی زندگی کی اڑان بھری ہو، اس کا تجربہ ان شاہینوں سے بالکل مختلف ہے جو ابھی اپنی پہلی زندگی جی رہے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ تمثیل محض استعارہ نہیں بلکہ اصل شاہین کی زندگی کے ادوار ہیں، جو تصوف میں شاہینی زندگی کے ادوار سے مماثلت رکھتی ہیں۔ یوں خود شاہینوں کے آپس میں 'معیار' کا منہاج مختلف ہوگا اور یہ اختلاف خود مشاہدہ کرنے والے کی بلندیٔ پرواز پر منحصر ہوگا۔ اگر کوئی بھی دوسرا شاہد اُسی حوالے کے محور میں پہنچ کر بات کرے تو بات یکساں ہوگی، ورنہ مختلف۔ یوں اختلافِ نظر اور اختلافِ معیار فطری امر ہیں جنہیں لوگوں نے مخالفتوں کی بنیاد بنا رکھی ہیں۔

اختلافِ نظر کو سمجھنے کیلئے چند نہایت سہل مثالیں دوں گا۔ فرض کریں کوئی آپ سے کہے کہ جناب آپ کی ہاتھ پر کیڑے رینگ رہے ہیں۔ تو آپ کہیں گے کیوں جھوٹ بولتے ہو جناب؟ اب اگر وہی بندہ آپ کو ایک محدب عدسہ (خوردبین) تھمادے اور کہے اب ذرا اس عدسے کی مدد سے دیکھو تو ممکن ہے آپ بہت سارے جراثیم اور عام آنکھوں سے نظر نہ آنے والے جانداروں کو ہاتھ پر چلتے پھرتے دیکھ پائیں۔ اب ممکن ہے آپ نہ صرف مان لیں بلکہ یقین بھی کر لیں، کیونکہ آپ نے عین الیقین کی کیفیت کا تجربہ کیا ہے۔ لیکن آپ پہلے بھی جھوٹے نہیں تھے، کیونکہ اُس وقت بھی آپ نے اپنی موجود معلومات اور حسی صلاحیتوں کی مدد سے ایسے کسی بھی شے کی موجودگی سے انکار کیا تھا۔ اب چونکہ کسی آلے کی مدد سے آپ کی بصارت بڑھ گئی تو آپ نے رائے بدل دی۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح دوربین سے بھی اسی نوعیت کا تجربہ کیا جا سکتا ہے جو آپ کو اس نتیجے پر پہنچا دے گا کہ بصارت کی صلاحیتوں میں تبدیلی کے ساتھ فروعی ادراکی حقیقتیں بدل جاتی ہیں، یقین کی کیفیات تبدیل ہوتی ہیں، علم کا معیار یکساں نہیں رہتا۔

شاہد کے مقام کے مطابق مشہود کی تعریف بدل جاتی ہے۔

روایتوں میں سنا ہے کہ ایک مرتبہ مولا علیؑ کے حضور یکے بعد دیگرے تین بندے ایک ہی سوال لے کر حاضر ہوئے، تو آپؑ نے تینوں کو مختلف جوابات دیے، دیگر اصحاب پریشان ہوئے، کہ ایک جیسے سوال کے تین مختلف جوابات کیسے ممکن ہیں۔ سوال یہ تھا کہ "یا علیؑ آپ کو ابو تراب کیوں کہا جاتا ہے؟" کہتے ہیں مولاؑ نے پہلے سائل کو فرمایا چونکہ میں بچپن میں مٹی سے بہت کھیلتا تھا، اسی لیے مجھے ابوتراب یعنی مٹی کا باپ کہا گیا۔ دوسرے سے فرمایا چونکہ مجھے روئے زمین سے متعلق ہر شے کا علم ہے اس لیے ابوتراب نام پڑا۔ تیسرے کو کچھ یوں جواب دیا چونکہ حضورؐ نے فرمایا میں اور علیؑ ایک نور سے تخلیق ہوئے (انا و علی من نور واحد) اور پروردگار نے سب سے پہلے نورِ محمدیؐ پیدا فرمایا (اول ماخلق الله نوری) اور "یہ نور" وجہ تخلیق کائنات بنی، (یعنی

کائنات طبعی کی تخلیق علیؑ کے نور سے مستنیر ہوئی)، اس لئے ابوتراب لقب ہوا۔ کہتے ہیں اصحاب کی دریافت پر مولا نے فرمایا کہ سائلین کو ان کے سوال کا جواب بقدر ظرف دیا گیا تھا۔ تو یہ ہے اضافیت کی تمثیل۔ جس طرح کسی سائل کو اس کی ظرف کے مناسبت سے جواب دینا عین انصاف اور تقاضائے فکر ہے، اسی طرح کسی بھی داعی کے دعویٰ کو اس کے مقام، منصب، وروحی کیفیت اور داعی کے حوالے کے محور یا پوزیشن کے مطابق لیا جانا چاہیے، جو قرین انصاف ہے۔ اگر کسی بھی داعی کے دعویٰ کو داعی کے مقام، مرتبے، کیفیت اور حال سے ہٹ کر کسی یکساں پیمانے پر پرکھنے کی کوشش کریں گے تو یہ قرین انصاف نہیں ہوگا۔ اور بہت ساری پیچیدگیاں پیدا ہوں گے۔ ہر بات اور ہر شے کو صرف اپنے پاس موجود سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرنا اور اس سانچے میں نہ ڈھل سکنے والی باتوں یا نظریات کو ناقابل قبول قرار دینا کم فہمی اور نادانی ہی ہوسکتی ہے، جنہیں منہاج اور معیار کی لامتناہی درجات اور تنوع کا علم ہی نہیں۔ در اصل ایسے لوگوں کو تنوع Diversity کے حسن و خوبی سے واسطہ ہی نہیں پڑا ہوگا، اس لیے وہ صرف یکسانیت کے پرچار پر کمربستہ ہیں۔ اور صرف بلیک اینڈ وائٹ حقیقت کو ہی تسلیم کرتے ہیں۔ دراصل ہمارے اکثر علماء و حکماء یونانی منطق کی اس ھویت اور دوئی سے ابھی تک نکل نہیں پائے ہیں اس وجہ سے وہ صداقت کو دوئی کے منہاج پر ہی ماپنے کے عادی ہیں۔ اور یوں صداقتوں کے تنوع اور تنوع کی صداقتوں کا ادراک مشکل ہوگیا ہے۔

اس حوالے سے مسئلہ خیر و شر پر میر سید محمد نوربخشؒ کی تمثیل صداقتوں کے تنوع اور تنوع کی صداقتوں کو سمجھنے میں بے حد موزوں ہے۔ تقدیر کے حوالے سے مسئلہ خیر و شر پر نوربخشؒ کی تمثیل کچھ یوں ہے:

(ترجمہ) "آپ گھاس پھوس اور درختوں سے ڈھکے ہوئے ایک باغ کی مانند ہیں اور اللہ کی طرف سے جو کچھ آپ کو فیض پہنچتا ہے وہ اس باغ میں بہنے والی نہر آب کی مانند ہے۔ پس یہاں پر کوئی شخص کہے کہ میوہ جات کا میٹھا ہونا اور کڑوا ہونا پانی کی تاثیر کی وجہ سے ہے اس لیے کہ اگر باغ میں پانی نہ بہے تو میوہ جات میں کوئی چیز بھی حاصل نہیں ہو سکتی، تو یہ بات سچ ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ پانی تو ایک ہی ذائقے کا حامل ہے اور میوہ جات مٹھاس، کڑواہٹ اور کھٹاس کے حامل ہوتے ہیں، یہ متضاد اوصاف پانی میں موجود نہیں ہوتے، پانی متضاد اوصاف سے پاک ہے اور یہ اوصاف درختوں کے اختلاف طبائع سے پیدا ہونے والے اثرات ہیں، تو وہ بھی سچ ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر یہ درخت ہی موجود نہ ہوں اور پانی وادی میں بہہ جائے تو اس صورت میں بھی مٹھاس اور کھٹاس کی کوئی چیز آپ نہیں پاسکتے۔ پس ہمیں اس بات کی خوب پہچان ہوگئی کہ یہ اوصاف دونوں کی طرف سے ہیں تو سچ ہے۔ حق بات کہا کر اگر چہ وہ کڑوی ہی کیوں نہ ہو۔ قرآن پاک میں یہ تمام صورتیں آچکی ہیں۔"

یہ ہے تمثیل جو نوربخشؒ عقیدہ تقدیر کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں۔ جس میں بیک وقت ایک ہی موضوع پر کئی صداقتوں کا بیان فرماتے ہوئے اضافیتی صداقتوں relative truths کا ایک باب کھول دیا ہے کہ کسی بات یا دعویٰ کی صداقت پرکھنے کیلئے یہ دیکھو کہ بات کس حوالے سے ہو رہی ہے۔ اگر وہ بات اُس حوالے سے درست ہو اور مطابقت رکھتی ہو تو وہ سچا ہے۔ صرف ایک بات پر کیوں اڑے ہوئے ہو، حقیقت کی صرف ایک پہلو کو صداقت کاملہ کیوں سمجھتے ہو، اس کی متنوع پہلوؤں سے یکسر انکار کیوں کرتے ہو، کسی شے کی حقیقت بیان کرنے کے بہت سے طریقے ہیں، اس کے بہت سارے پہلو اور درجات ہیں۔ ان تہ در تہ درجات علم کی کثرت کو ہی تسلیم کیا جائے تو شاید بہت سارے اختلافات سے از خود نجات مل جائے۔ آگے نوربخشؒ قرآنی آیات کا حوالہ دیتے ہیں اور اس طرح متنوع اور متعدد صداقتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جو مجموعی منطق اور قطعیت کی نہیں، بلکہ تکثیریتی منطق اور اضافیتی حقیقت کی تائید کرتی نظر آتی ہے۔

کونیاتی اور روحانی اضافیت کے حوالے سے اولیائے کرام کی چند آرا ہماری نگاہوں سے قطعیت پسندی کا پردہ اٹھانے کیلئے کافی ہوں گی۔

میر سید محمد نوربخشؒ کی پیش کردہ دوسری تمثیل حضرت علی علیہ السلام کی خطبۃ البیان سے متعلق ہے، کہ جب ایک لوہا آگ میں تپ

کر سرخ ہوجاتا ہے، اور وہ اس حالت میں کہے کہ میں آگ ہوں تو وہ سچ ہے، لیکن آگ سے نکلنے کے بعد یہ دعویٰ غلط ہے۔ یعنی ایک ہی شے کی مختلف کیفیات میں دعویٰ اُس کیفیت کے مطابق ہونا چاہیے نہ کہ یکساں، کیونکہ دعویٰ کی صداقت کا انحصار داعی کے کیفیتی حوالے کے محور اور مشاہدہ کرنے والے کے حوالے کے محور کے حوالے سے ہوگا۔

طبعیاتی سائنس کا تعلق چونکہ مادہ اور توانائی سے ہے لہذا مادہ اور توانائی کیلئے تو سائنسی اعتبار سے آئن سٹائن کا یہ خیال کافی ہے کہ کسی بھی واقعے یا خبر کی صداقت کا انحصار مشاہدہ کرنے والے کی پوزیشن پر منحصر ہوگا۔ چونکہ اس صورت میں مشہود کوئی ذی شعور شے نہیں۔ چونکہ تصوف کا تعلق حیات انسانی، شعور وآگہی، اور شعور روحانی سے ہے لہذا، یہاں صداقت کا معیار شاہد ومشہود دونوں کے حوالے کا محور متعین کرے گا۔ یعنی مشاہدہ کرنے والا کس مقام پر بیٹھ کر مشاہدہ کر رہا ہے اور اس وقت مشہود کی پوزیشن یا مقام (حال) کیا ہے۔ دونوں کے مقامات کے مابین اضافی فاصلہ یا فرق relative difference کتنا ہے۔ اس معاملے کو مزید آسان کرنے کی کوشش کرتے ہیں ہم سب اسی دنیا میں رہتے ہیں، سب کی حیاتیاتی ضروریات بھی کم وبیش یکساں ہیں، لیکن اس مادی دنیا کی قدر و قیمت مختلف لوگوں کیلئے مختلف ہے۔ مولا علیؑ کیلئے حکومت آپ کے پھٹے ہوئے جوتے سے بھی کم قیمت کا تھا۔ ہمارے کسی حکمران سے پوچھیں تو ان کیلئے حکومت کی قیمت ہزاروں انسانی جانوں سے بھی زیادہ ہے۔ جن کے سامنے قدر و قیمت کی اعلیٰ ترین معیارات اور منازل موجود ہوں تو کسی بھی چیز کیلئے ان کی قدر و قیمت کا معیار بالکل مختلف ہوتا ہے۔ ایک حدیث ہے یا کسی عارف کا قول ہے کہ "حسنات الابرار، سیئات المقربین" (یعنی ابرار کی جو نیکیاں ہیں وہ مقربین کیلئے گناہ ہے)۔ راقم عرصہ تک اس قول کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہا، تب جا کر کہیں بات کی سمجھ آئی یہ معاملہ بھی اضافیت کا تھا۔ مشاہدہ کرنے والے کے مقام کا معاملہ تھا۔ پھر ایک تمثیل ذہن میں آئی اور مسئلہ حل ہوگیا۔ تمثیل یہ ہے۔ کہ فرض کریں آپ ابرار کے درجے کے ایک بندہ ہیں۔ ایک دن آپ کا ہمسایہ آپ کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے جناب میرے بیٹے کا ایک اچھے کالج میں داخلہ ہوا ہے، لیکن کافی کوششوں کے باوجود میں اس کی فیسیں اور اخراجات تیار نہیں کر سکا، اگر ممکن ہو تو ......، ہمسایہ سائل کا یہ کہنا تھا کہ آپ نے فوراً چیک بک نکالی، ہمسایے کو مبارک باد دی اور کہا بھائی جان آپ مجھے پہلے کہتے۔ یہ تو بڑی خوشی کی بات، آپ بالکل فکر نہ کریں۔ جب بھی ضرورت ہو بلا جھجک مجھ سے لے لیا کریں۔

یقیناً ہم سب عام عوام الناس کی حیثیت سے آپ کی نیکی اور، سخاوت اور دریا دلی کی داد دیں گے، واقعی آپ نے بہت بڑی نیکی کی، جس سے نہ صرف ایک فرد کا بلکہ پورے خاندان کے مستقبل سنورنے کا امکان پیدا ہوا۔ ہمسایہ بڑے فخر سے کئی جگہوں پر آپ کے تعاون کا تذکرہ کرتا ہے۔ جو بھی اس واقعے کو سنتا ہے، آپ کی تعریف کرتا ہے اور دعا دیتا ہے۔ اب ذرا ٹھہریئے، یہ خبریں سن کر آپ کے پاس ایک اور آدمی آتا ہے جس کا تعلق مقربین سے ہے۔ وہ کچھ خفا خفا سا لگ رہا ہے، زیادہ خوش نہیں۔ چونکہ وہ جانتا ہے کہ ابرار، مقربین کے منزل کا ہی مسافر ہے، لہذا وہ آپ کو کچھ بتانا مناسب سمجھتا ہے۔ مقرب بندۂ خدا آپ سے کہتا ہے "تو اپنے ہمسایوں سے اتنا بے خبر کیوں ہوا، کہ اُسے تمھارے دروازے پر آکر سوال کرنے کی نوبت آئی؟"۔ یہ ہے حسنات الابرار سیئات المقربین، اب آپ (درجہ ابرار والے بندے) کو سمجھ آگئی ہوگی کہ کردار میں معیار کس چیز کا نام ہے۔ ہماری نیکیاں مقربین کے معیار سے کمتر کیوں اور کیسے ہیں۔ یہ ہے مشاہدہ کرنے والے کی حوالے کے محور کی مناسبت سے ایک ہی عمل کی مختلف تشریح، اور صداقت کا معیار۔

اب اسی بات کو ایک اور مقامی مثال سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ فرض کرتے ہیں ایک گروپ کلائمبنگ کر کے چھوغوری (کے ٹو) پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا ہوا ہے، دوسرا گروپ کیمپ تھری camp-III پر ہے، جبکہ تیسرا گروپ ابھی بیس کیمپ base-camp سے اوپر دیکھ رہا ہے۔ اب جو لوگ کے ٹو کی بیس کیمپ تک ہی

باقی صفحہ 26 پر

تصوف

اعتکاف سوالاً جواباً

حسن بوا موسیٰ، مدرسہ شاہ ھمدان کراچی

سوال: اعتکاف کیا ہے؟

جواب: اعتکاف عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی "خود کو روک لینا، بند کر لینا، کسی کی طرف اس قدر توجہ کرنا کہ چہرہ بھی اس سے نہ ہٹے، وغیرہ کے ہیں۔ جبکہ اصطلاح شریعت میں اس سے مراد ہے انسان کا علائق دنیا سے کٹ کر خاص مدت کے لیے عبادت کی نیت سے مسجد میں اس لیے ٹھہرنا تاکہ خلوت گزیں ہو کر اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کی تجدید کر سکے۔

سوال: اعتکاف میں بیٹھنے کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: اعتکاف بیٹھنے کی فضیلت پر کئی احادیث مبارکہ وارد ہو چکے ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معتکف کے بارے میں ارشاد فرمایا "وہ (یعنی معتکف) گناہوں سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ اور اسے عملاً نیت کرنے والے کی مثل پوری پوری نیکیاں عطا کی جاتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ہی ایک اور حدیث مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص اللہ کی رضا کے لیے ایک دن اعتکاف کرتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان تین خندقوں کا فاصلہ کر دیتا ہے۔ ہر خندق کا فاصلہ مشرق سے مغرب کے درمیانی فاصلے سے زیادہ ہے۔

حضرت علی (زین العابدینؒ) بن حسین اپنے والد امام حسینؑ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے رمضان کے مبارک مہینے میں دس دن کا اعتکاف کیا، اس کا ثواب دو حج اور عمرہ کے برابر ہے۔

سوال: رمضان المبارک کے کن ایام میں اعتکاف بیٹھنا مسنون ہے؟

جواب: رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف بیٹھنا مسنون ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ.

"حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔"

سوال: شریعت کی رو سے مسنون اعتکاف کا آغاز اور اختتام کس وقت ہوتا ہے؟

جواب: شریعت کی رو سے مسنون اعتکاف کا آغاز بیس رمضان المبارک کی شام سے ہوتا ہے اور عید کا چاند دیکھتے ہی اعتکاف ختم ہو جاتا ہے۔ چاند چاہے انتیس تاریخ کا ہو یا تیس کا دونوں صورتوں میں سنت ادا ہو جائے گی۔

سوال: اعتکاف کی شرائط کیا ہیں؟

جواب: اعتکاف بیٹھنے کی شرائط درج ذیل ہیں۔

۱۔ مسلمان ہونا۔ ۲۔ اعتکاف کی نیت کرنا۔

۳۔ عاقل ہونا۔ ۴۔ مسجد میں اعتکاف کرنا۔

۵۔ اعتکاف کے لیے روزہ بھی ضروری ہے۔ ۶۔ توبہ کرنا۔

۷۔ کپڑے اور بدن کا غسل کے ساتھ بالکل پاک رکھنا۔

۸۔ خالصاً دنیاوی مال و اسباب کی حرص سے دل کو خالی رکھنا۔

۹۔ جنسی رابطے سے پرہیز کرنا دن ہو یا رات۔

۱۰۔ شرعی ضرورت کے بغیر مسجد سے باہر نہ نکلنا۔

۱۱۔ ہمیشہ باوضو رہنا۔

باقی صفحہ نمبر 31 پر

اسلامیات

اسلام میں داڑھی کی اہمیت

مولانا نثار حسین بلغاری، کراچی

۱۔ قال یبنؤم لا تاخذ بلحیتی ولا برأسی.

ترجمہ: ہارون نے کہا اے میرے ماں جائے (بھائی) میری داڑھی نہ پکڑو اور نہ میرے سر کے (بالوں) کو۔ (سورۃ طٰہٰ: ۹۴)

۲۔ داڑھی کا فائدہ: داڑھی کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ رسول اللہؐ کی سنت ہے اور آپ کی سنت ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ.

ترجمہ: یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بہترین اسوہ ہے۔ (الاحزاب: ۲۱)

۳۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور حکم کی تابعداری کرنا اللہ جل وشانہ کی محبت کا باعث ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرو لکم ذنو بکم ط

ترجمہ: اے نبیؐ! ان سے کہ دو اگر تم (حقیقت میں) اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ (آل عمران: ۳۱)

۴۔ وما اتکم الرسول فخذو وما نھکم عنہ فانتھوا

اور رسول اللہؐ تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز سے تم کو روک دیں تم رک جایا کرو۔ (الحشر: ۲۸)

مسلمان بھائیو! بالخصوص برادران اہل تصوف غور کا مقام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کم کرنے کا حکم کر چکے ہیں اس کا ذکر آگے احادیث میں آئے گا۔ جبکہ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم داڑھی کا صفایا کرتے ہیں اور مونچھیں زیادہ کر کے رکھتے ہیں۔

جو کہ قرآن و احادیث کے عین خلاف ہے۔ ہمیں اس قبیح اعمال سے باز رہنے کی اشد ضرورت ہے۔

۵۔ داڑھی منڈانا اعمال فسقیہ سے ہے۔ ان کے لیے قرآن میں سخت وعید ہے۔

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار.

ترجمہ: اور ظالموں کی طرف مت جھکو، کبھی تم کو دوزخ کی آگ لگ جائے گی۔ (ھود: ۱۱۳)

سر اور داڑھی کے سفید بالوں کا اکرام: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ان من اجلال اللہ اکرام ذی الشیبۃ المسلم.

(سنن ابی داؤد۔ صحیح الجامع الصغیر بلا لبانی: ح:۲۱۹۹)

ترجمہ: سفید بالوں والے (بوڑھے) مسلمان کی عزت و اکرام کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنا ہی ہے۔

اس حدیث میں بڑی نعمت ہے تمام ایسے بھائیوں کے لیے جو داڑھی بڑھانے سے محض اس لئے گھبراتے ہیں کہ ان کی داڑھی کے بال سفید ہو چکے ہیں۔

نبی کریم کا یہ فرمان بھی ہے کہ سفید بالوں کو نہ اکھیڑو اس لئے کہ قیامت والے دن یہ مسلمان کے لئے نور ہوں گے۔ (سنن ابی داؤد)

نوٹ: سر اور داڑھی کے سفید بالوں کو مہندی سے اگر رنگا جائے تو یہ مسنون ہے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

داڑھی رکھنا فطرت میں داخل ہے:

رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔

عشر من الفطرۃ قص الشارب و اعفاء اللحی (مسلم

شریف ص ۱۴۹:۱۴۰)

یعنی دس چیزیں فطرت میں داخل ہیں ان میں سے مونچھوں کا کتروانا اور داڑھی کا بڑھانا۔

داڑھی بڑھانے کا حکم :

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خَالِفُوْا الْمُشْرِکِیْنَ۔ اَوْفِرُوااللّحیٰ وَاحْفُوْاالشَّوَارِبَ (متفق علیہ) حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مشرکوں کی مخالفت کرو داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کتواؤ مجوسیوں کی مخالفت کرو۔

عن ابی ہریرۃؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم من فِطْرَۃِ الْاِسْلَامِ اَخْذُالشَّارِبِ وَ اِعْفَاءُ اللحیٰ فَاِنَّ الْمَجُوْسَ تَعْفِی شَوَارِبَھَا وَتَعُفِی لحاھا فَخَالِفُوْا ھُمْ خُذُوْا شَوَارِبَکُمْ وَعْفُوْا لُحَاکُمْ۔ (صحیح ابن حبان)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی فطرت میں داخل ہے کہ مونچھیں کتوائے اور داڑھی بڑھائے اسی لیے کہ مجوسی لوگ اپنی مونچھوں کو بڑھاتے ہیں اور داڑھی کو کتواتے ہیں لہٰذا ان کی مخالفت کرو مونچھوں کو کتوایا کرو اور داڑھی کو بڑھایا کرو۔

یعنی مذکورہ حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم صادر فرمایا کہ داڑھی کو کتوانا اور مونچھوں کا بڑھانا چونکہ مجوسیوں کا شعار ہے اور اس فعل میں مجوسیوں کو ساتھ مشابہت ہے لہٰذا اس فعل کو چھوڑ دو، کیونکہ مسلمانوں کے لیے دوسری قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا جائز نہیں اس پر سخت وعید وارد ہوئی۔ چنانچہ ارشاد نبویؐ ہے۔

مَن تشبہ بقوم فھو منھم (ابو داؤد)

یعنی جو شخص کسی غیر قوم کی مشابہت اختیار کرے گا ان کا حشر انہی کے ساتھ ہوگا۔

داڑھی منڈانا عورتوں اور مخنثوں کے ساتھ مشابہت ہے:

عن ابن عباسؓ قال لعن النبی صلی اللہ علیہ آلہ وسلم المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء وقال اخرجواھم من بیوتکم۔ (مشکوۃ ص: ۳۸۰)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی کریمؐ نے لعنت فرمائی ہے ان مردوں پر جو مخنث بنتے اور اسطرح ان عورتوں پر جو (مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں) اور فرمایا انھیں اپنے گھروں سے نکال دو۔

حضورؐ کا داڑھی منڈوانے والے کفار سے نفرت کرنا:

جب کسریٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب پھاڑ کر اپنے ماتحت گورنر یمن باذان کو لکھا کہ دو آدمی حضورؐ کے پاس بھیج دو، وہ جا کر حضور کو میرے پاس بھیج دیں۔

باذان کے دو آدمی جب حضورؐ کے پاس حاضر ہوئے تو ان دونوں کی داڑھی مونڈھی ہوئی تھی اور بڑی بڑی مونچھیں تھیں تو حضورؐ کو ان کی یہ مکروہ شکل بہت ہی ناپسند آئی اور آپؐ نے فرمایا! تم پر ہلاکت ہو تم کو کس نے ایسی مکروہ شکل بنانے کا حکم دیا ہے انھوں نے کہا کہ ہمارے رب کسریٰ نے۔ (نعوذ باللہ)

حضورؐ نے فرمایا لیکن میرے رب نے تو مجھے داڑھی رکھنے اور مونچھیں کتوانے کا حکم دیا ہے۔ وہ دونوں مہمان تھے سفیر تھے، کافر تھے ہمارے مذہب کے پابند بھی نہ تھے۔ مگر چونکہ ان کی یہ صورت فطرت سلیمہ کے خلاف تھی اس لیے حضورؐ کو ان کی مکروہ شکل دیکھنا گوارہ نہ ہوا۔ ان سے منہ موڑ لیا اور ان کو یہ بد عائیہ جملہ فرمایا کہ تم پر ہلاکت ہو۔ ساتھ یہ بھی تصریح فرمادی کہ میرے رب تعالیٰ نے تو مجھے پوری داڑھی رکھنے اور مونچھیں کتانے کا حکم دیا۔

گویا جو داڑھی رب العزت کو پسند ہے اور جس کو رکھنے کا حکم بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ بڑی غیرت کا مقام ہے کہ حضورؐ نے جب کافر کو ایسی حالت میں دیکھا تو اس ہیت وصورت کو ناپسند فرماتے ہوئے نفرت کا اظہار کیا اور ہم حضورؐ کی امت ہو کر یہ بری حرکت کریں۔ حضورؐ کو اس سے کتنی تکلیف ہوگی اس کا اندازہ ہم خود کر لیں۔

۱۔ وَحلقُ اللِّحیَۃِ وَ تقْصِیرُ ھا وَسَائِر رُسُوْمِ الجاھلِیّۃ.

داڑھی کا مونڈنا اور اسے چھوٹا کرنا اور زمانہ جاہلیت کی تمام رسمیں حرام ہیں۔ (الفقہ الاحوط ص: ۱۴۰)

۲۔ منہ دھوتے وقت سید محمد نوربخشؒ داڑھی کو خلال کرنے کا حکم فرماتے ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ اگر داڑھی کے اندر پانی پہنچانا دشوار ہو تو تھوڑا سا کاٹ لینا یا مکمل صفایا کر لینا۔ آپؒ کا فرمان عالیشان ہے:

وَاعْلَمْ اَنَّ تخلِیْلَ اللِّحْیَۃِ لِاسْتِیْعا بِها ۔ فَاِنْ تَیَقَّنْتَ بِا لْاِسْتِعَا بِ فَلَا حا جَۃَ اِلی تَخْلِیْلِهَا ۔ (باب الطہارت: ۳)

ترجمہ: واضح رہے کہ داڑھی کا خلال کرنا دھوتے میں اسے پوری طرح ڈھانپ لینے کی غرض سے ہے۔ اگر آپ کو اس کے پورے احاطے کا یقین ہو جائے تو خلال کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

دعوات صوفیہ سے حضورؐ کے داڑھی مبارک رکھنے کی دلیل:

دعوات صوفیہ میں شمائل نامہ مبارک کے بیان میں (مُجْتَمِعُ اللِّحْیَۃِ) گھنی داڑھی والے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہے۔ (دعوات صوفیہ ص: ۲۳۰)

ان تمام آیات، احادیث اور بزرگان دین کے اقوال کی روشنی میں علامہ محمد بشیر صاحب کا بیان آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ آپ کے مسائل اور اُن کا حل میں بیان فرمایا ہے:

سوال: کیا داڑھی مونڈا شخص کی امامت درست ہو سکتی ہے؟

جواب: داڑھی مونڈھے کا اقدام شرعاً ایک فعل حرام قرار پاتا ہے۔ کیونکہ یہ صورت سنت رسول کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ وہ لازماً فاسق ٹھہرے گا۔ اور فاسق کی امامت فاسق افراد کے لیے سزا ٹھہرتی ہے۔ صالح افراد کے لیے کم از کم امر جو فسق ظاہر کا حامل نہ ہوتا ہے۔ (نوائے صوفیہ: آپ کے مسائل اور ان کا حل ص: ۱۷۲)

مجموعہ شریعت محمدیہ کی روشنی میں علامہ محمد بشیر صاحب نے داڑھی کے احکام کو یوں بیان فرمایا ہے۔ مجموعہ شریعت محمدیہ میں سوگ منانے کے بارے میں دور جاہلیت میں رائج بہت سے امور کو حرام قرار دیا گیا ہے ان امور کی فہرست میں، **خلق اللحیة و تعفیر ھا** کے الفاظ واضح طور پر موجود ہیں۔ یعنی داڑھی کا مونڈنا اور اسے چھوٹی کرنا دونوں حرام ہیں۔ بعض حضرات کا یہ گمان ہے کہ سوگ منانے کی خاطر داڑھی کی خلاف ورزی حرام ہے۔ عام حالت میں ایسا کرنا حرام نہیں ہے۔ یہ گمان ان حضرات کی سب سے بڑی بھول ہے۔ یعنی ان کا یہ دعویٰ غلطی پر مشتمل ہے۔

داڑھی کا مذاق اُڑانا سنگین جرم ہے:

اسلام کے کسی شعار کا مذاق اڑانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی سنت کی تحقیر سے، آدمی ایمان سے خارج ہو جاتا ہے، جو لوگ نفرت کرتے ہیں اسے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ داڑھی والوں پر ہنستے ہیں، ان کے اعزہ میں سے اگر کوئی داڑھی رکھنا چاہے اسے روکتے ہیں یا اس پر طعنہ زنی کرتے ہیں جو لوگ دولہا کے داڑھی مونڈائے بغیر رشتہ دینے کے لیے تیار نہیں ہوتے ایسے لوگوں کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئے۔ ان پر لازم ہے کہ سچی توبہ کریں کیونکہ یہ ایک خطرناک منزل ہے۔

اللہ تعالیٰ بحق محمدؐ وآل محمد ہم سب مسلمان بھائیوں کو داڑھی رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

☆☆☆☆☆

اسلامیات

سیدنا اسماعیلؑ کی قربانی

جمیلہ بوا سلیمان، مدرسہ شاہمدان کراچی

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کی دعائیں بھی قبول کرتا ہے اور انہیں آزمائش میں بھی ڈالتا ہے۔ ان کی قوت ایمانی کا امتحان بھی لیتا ہے اور انہیں ارفع واعلیٰ مقامات پر فائز بھی کرتا ہے۔ انبیائے کرام کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح کائنات میں سب سے بلند مراتب پر فائز فرمایا اور اپنے قرب و وصال کی نعمتوں سے نوازا اسی طرح انہیں بڑی کٹھن منزلوں سے بھی گزرنا پڑا۔ انہیں بڑی سے بڑی قربانی کا حکم ہوا لیکن ان کے مقام بندگی کا یہ اعجاز تھا کہ سر حکم ربی سے انحراف یا تساہل نہیں برتا۔ ان کی اطاعت، خشیت اور محبت کا یہی معیار تھا کہ انہوں نے اپنی پوری زندگی اور اس میں موجود جملہ نعمتوں کو اپنے مولا کی رضا کے لیے وقف کیے رکھا۔ حتیٰ کہ اولاد جیسی عزیز ترین متاع کے قربان کرنے کا حکم بھی ملا تو ثابت کر دیا کہ یہ بھی اس کی راہ پر قربان کی جاسکتی ہے۔ جملہ انبیاء اپنی شان بندگی میں یکتا اور بے مثال تھے۔ لیکن سلسلۂ انبیاء میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی داستان عزیمت بہت دلچسپ اور قابل رشک ہے۔ ان کے لیے اللہ کی راہ میں بیٹے کو قربان کرنے کا حکم ایک بہت بڑی آزمائش تھی۔ لیکن سیدنا ابراہیمؑ اس آزمائش میں بھی پورا اترے۔ قرآن کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِيْنَ○ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ○ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ○ فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ○ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ○ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ○ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ○ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ○

ترجمہ: اے میرے پروردگار مجھ کو نیک بیٹا عطا فرما۔ پس ہم نے ان کو ایک بردبار بیٹے کی بشارت دی۔ پھر جب وہ (اسماعیل) ان کے ساتھ دوڑنے (کی عمر) کو پہنچے، فرمایا اے میرے بیٹے، میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں۔ پس تم بھی غور کر لو کہ تمہارا کیا خیال ہے۔ (اسماعیل نے بلا تردید) عرض کیا اے ابا جان (پھر دیر کیا) جو کچھ آپ کو حکم ہوا کر ڈالیے (جہاں تک میرا تعلق ہے) آپ انشاءاللہ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ پھر جب دونوں نے (اللہ کا) حکم مان لیا اور (ابراہیم نے) ان کو ماتھے کے بل لٹایا۔ اور ہم نے ان کو ندا دی کہ اے ابراہیم (کیا خواب) تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ ہم نیکوکاروں کو یوں ہی بدلہ دیتے ہیں۔ (بے شک باپ کا بیٹے کے ذبح کے لیے تیار ہو جانا) یہ ایک بڑی صریح آزمائش تھی۔ (حضرت ابراہیم اس آزمائش میں پورا اترے) اور ہم نے ایک عظیم قربانی کو ان کا فدیہ (بنا) دیا۔ (سورہ الصفت ۱۰۱ تا ۱۰۷)

حیات اسماعیلؑ کو تحفظ کیوں دیا گیا؟:

اب ذہن انسانی میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اسماعیلؑ کو بچانا مقصود ہی تھا تو پھر ان کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کا حکم کیوں ہوا؟ اگر حکم ہوا تو ان کی زندگی کو تحفظ کیوں دیا گیا؟ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ حکم اس لیے ہوا کہ سراپائے ایثار وقربانی پیغمبر حضرت ابراہیمؑ کے لخت جگر سے ذبح کی تاریخ کی ابتدا ہو جائے کہ راہ حق میں قربانیاں دینے کا آغاز انبیاء کی سنت ہے اور بچا اس لیے کہ اس عظیم پیغمبر کی نسل پاک میں نبی آخری الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہونا تھی۔ اولاد ابراہیمؑ میں تاجدار کائنات کو تشریف لانا تھا۔

اس لیے حضرت اسماعیلؑ کی ذبح کو جنت سے لائے گئے مینڈھے کی قربانی کی صورت میں عظیم ذبح کے ساتھ بدل دیا گیا اور حضرت اسماعیلؑ محفوظ و مامون رہے۔

تعمیر کعبہ سے کائنات کی امامت تک:

سیدنا حضرت اسماعیلؑ سن بلوغ کو پہنچے تو مکہ معظمہ کی وادی میں اپنے والد بزرگوار حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ تشریف لائے۔ اللہ رب العزت کی طرف سے انہیں کعبۃ اللہ کی تعمیر کا حکم ہوا۔ یہ ایک بہت بڑا اعزاز تھا جو سرور کائنات حضور رحمت عالمؐ کے جدِ امجد کے حصہ میں آیا۔ انہی کی نسل پاک میں مبعوث ہونے والے پیغمبر اعظم و آخر حضور نبی اکرم کے حصہ میں یہ سعادت بھی آئی کہ کعبۃ اللہ کو تین سو ساٹھ بتوں سے پاک کر کے اس پر پرچم توحید لہرایا۔

حضرت ابراہیمؑ کی حیات مقدسہ پر ایک نظر ڈالیں تو کار نبوت کی انجام دہی میں انہیں ان گنت مصائب کا سامنا رہا اور آزمائش کے کٹھن مراحل سے گزرنا پڑا۔ اللہ کے اس عظیم پیغمبر نے راہ حق میں آنے والی مشکلات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا اور ہر آزمائش پر پورا اترے۔ کامیابی نے قدم قدم پر ان کے قدموں کو بوسہ دینے کا اعزاز حاصل کیا۔ چنانچہ قرآن حکیم میں اللہ تعالی نے بار بار سیدنا ابراہیم علیہ اسلام کی داستان عزیمت کو شاندار الفاظ میں دہرایا ہے۔ سورہ بقرہ میں ارشاد خداوندی ہے:

واذ ابتلی ابراھیم ربہ بکلمت فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال لا ینال عھدی الظلمین٥

ترجمہ: اور (وہ وقت یاد کرو) جب ابراہیم کو ان کے رب نے کئی باتوں میں آزمایا تو انہوں نے پوری کر دیں۔ (اس پر) اللہ نے فرمایا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بناؤں گا، انہوں نے عرض کیا (کیا) میری اولاد میں بھی۔

دعا ہے کہ ہم سب کو ملت ابراہیم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

بقیہ: نوربخش کے سائنسی افکار

کثرت و وحدت کی بحث میں نوربخشؒ نے جو تمثیل بیان کی ہے اس سے وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے مفاہیم بھی واضح ہو گئے ساتھ ہی وحدت ذات کے ساتھ کثرت صفات سے متعلق عقیدہ توحید کی بھی وضاحت ہو گی۔ اس حوالے سے کتاب الاعتقادیہ سے عربی متن پیش خدمت ہے تا کہ کسی بھی حوالے سے ترجمے کی کوتاہی، معنوی مفہوم پر اثر انداز نہ ہو۔

ويجب ان تعتقد ان الصفة من الذات كالواحد من العشرة فمن قال الواحد من العشرة صدق بمعنى ان العشرة عشرة احاد و ان خرجت الاحاد بتمامها من العشرة لم يبق من العشرة شيء فيعلم ان الواحد عين العشرة و من قال ان الواحد غير عشرة صدق بمعنى ان مفهوم الواحد.

(ترجمہ) "اور واجب ہے اس بات پر اعتقاد رکھنا کہ صفات خداوندی ذات خداوندی میں سے ہیں جیسے دس میں سے ایک۔ پس جو کہے کہ ایک دس کا عین ہے تو یہ بات اس معنی کی رو سے سچ ہے کہ دس، دس اکائیوں کا نام ہے اگر یہ اکائیاں مکمل طور پر دس سے باہر ہو جائیں تو دس میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہ سکتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک دس کا عین ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ایک دس کا غیر ہے تو یہ بات اس معنی کی رو سے سچ ہے کہ ایک کا مفہوم دس کے مفہوم کا غیر ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ایک ہر لحاظ سے دس کا نہ عین ہے، اور نہ ہر لحاظ سے ایک دس کا غیر ہے تو یہ بات بھی سچ ہے کیونکہ ایک دس سے باہر نہیں لہٰذا وہ دس کا غیر نہیں ہو سکتا چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ اپنی مجموعی حیثیت سے حقیقتاً عین ذات ہیں، مطلب یہ کہ دس اکائیاں اپنی مجموعی حیثیت سے عین دس ہیں نہ کہ ہر ایک اکائی عین دس۔"

(انشاء اللہ باقی آئندہ)

☆☆☆☆☆

دامانِ خیال

کیا ہماری کوئی منزل بھی ہے؟

شیر علی شہزاد تلسوی

یوں لگتا ہے جیسے مسلمانانِ عالم کی روش دیکھتے ہوئے حکیم الامت علامہ اقبال کی چشم بصیرت نے آج سے تقریباً ایک صدی پہلے ہی یہ بھانپ لیا تھا کہ آنے والے زمانے میں مسلمان قوم کے مرض میں اضافہ ہوگا۔ چنانچہ قوموں کے عروج و زوال کی کہانی کو اس مصرع میں سمو دیا۔ "شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر"۔ لیکن شاید من حیث القوم، ہمیں اپنی صحت مندی کی کوئی فکر نہیں۔ اسی لیے ہم نے اس نسخے میں ترمیم کر کے "طاؤس و رباب اول، طاؤس و رباب آخر" سے بدل دیا ہے۔ یقین نہیں آتا تو ذرائع ابلاغ میں شائع اور منتشر ہونے والے اشتہارات دیکھ لیجیے، جن کی غالب اکثریت اپنے صارفین (خصوصاً نوجوان نسل) کو کھانے پینے، موج اڑانے اور معاشقے لڑانے کی ترغیب دیتی نظر آتی ہے۔

کیا ہماری زندگی کا مقصد صرف یہی رہ گیا ہے؟ کیا ہمیں اس دنیا میں صرف اسی لیے بھیجے گئے ہیں کہ اپنی ساری عمر کسی لاحاصل اور بے مقصد منزل کی حصول میں صرف کر دیں۔ اور نبی نوعِ انسان کے لیے کسی فائدے کا باعث بنے بغیر ہی اس دارِ فانی سے رخصت ہو جائیں۔ ایسی بے مقصد زندگی تو کسی جرثومے (bacterium) کی، کسی ادنیٰ ترین جاندار کی بھی نہیں ہوتی کہ جس حیاتِ بے مصرف کے طالب ہم خود بنے ہوئے ہیں۔ کتنی عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو ہم مسلمان ہونے کے ناتے سینہ ٹھوک کر آخرت میں جنت پر اپنا حق جتاتے ہیں لیکن دوسری جانب ہمارا عمل اس کی سراسر نفی کر رہا ہے۔ دین کے نام پر جس طرزِ عمل کا شکار ہم ہو چکے ہیں، اسے رہبانیت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ جو اسلامی تعلیمات کے صریحاً خلاف ہے۔ اس کے برعکس، دنیاداری کا مطلب ہم نے بے راہ روی اور بے مقصدیت سمجھ لیا ہے۔ یہ کیسا گورکھ دھندا ہے؟

قدرت کے کارخانے میں کوئی چیز نکمی اور بے مصرف نہیں۔ وہ بے جان پتھر ہوں یا ذی روح جاندار، اللہ تعالیٰ نے ان سب کو کسی نہ کسی مقصد کے تحت پیدا فرمایا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم جنہیں رب العزت نے اشرف المخلوقات کے بلند ترین درجے پر فائز کیا۔ ان کی زندگی کا کوئی مقصد ہی نہ ہو۔ سائنس کا طالب علم ہونے کی حیثیت سے میں نے نظامِ قدرت کا جتنا بھی مطالعہ کیا، ہر بار یہی نتیجہ سامنے آیا کہ کائنات کا ایک ذرہ بھی ایسا نہیں کہ جو بے مقصد ہو۔ خارجی اور داخلی کائنات کا مشاہدہ تو ایک بھرپور مقصدیت کی عملی تصویر ہمارے سامنے پیش کر رہا ہے۔ آج وہ افکار، تعلیمات اور نظریات کتابی باتیں کہلائے جاتے ہیں جنہیں عملی زندگی سے رخصت کر کے محض تبرک کی خاطر، طاق کی زینت بنا کر رکھ دیا گیا ہو۔ اگر آج ہم تصرفات اور تعیشات میں پڑ کر ان نصیحتوں کو فراموش کر چکے ہیں۔ تو اس سے ان بھی باتوں کی افادیت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے۔ البتہ اتنا فرق ضرور پڑا ہے کہ ہم ان سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔

مانا کہ جدید سے جدید تر مصنوعات فروخت کر کے منافع کمانا، ملکی و بین الاقوامی کمپنیوں کی بقا اور ترقی کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ لیکن اسے بھی عقل مندی نہیں کہا جا سکتا کہ ہم ضرورت اور سامانِ تعیش میں فرق نہ کر سکیں اور تفریح و لطف اندوزی ہی کو اپنا سب کچھ سمجھ لیں۔ جدت پسندی غلط نہیں بلکہ وہ روش غلط ہے کہ جدید ایجادات کے استعمال کو (جنہیں اصلاً ضروریات پوری کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہے) محض عیش پرستی تک محدود کر کے رکھ دیں۔ انٹرنیٹ کی مثال ہمارے سامنے ہے جس سے دنیا میں علم کے پھیلاؤ کو انقلاب انگیز رفتار حاصل ہوئی ہے۔ لیکن ہمارے ہاں آج بھی اس ایجاد کا زیادہ استعمال تفریح اور لغویات میں کیا جا رہا ہے۔ اگر ہماری اپنی نظر میں ہماری اپنی ہی زندگی کا کوئی مثبت اور اجتماعی مقصد نہیں۔ تو دنیا کی بہترین ٹیکنالوجی بھی ہمارے لیے خیر کا باعث نہیں بن سکتی۔ خواہ وہ ہمیں مفت ہی فراہم کیوں نہ کر دی جائے۔

☆☆☆☆☆

معاملات

لباس کے آداب و اصلاح معاشرہ

غلام محمد حقانی،
مدرسہ شاہ ہمدان سکردو

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں لباس سادہ اور مختصر سا ہوتا تھا۔ عام طور پر لوگ تہہ بند اور چادر میں گزارا کرتے تھے۔ کوئی امیر آدمی عمامہ بھی پہن لیتا تھا اور کرتہ بھی پاؤں میں چپل رکھتے تھے۔ لباس کے لیے اسلام نے کوئی خاص حکم نہیں دیا مختلف ملکوں سے لوگ حضور کی خدمت میں آتے تھے اور ان کا لباس جدا جدا ہوتا تھا مگر آپؐ نے کسی کو منع نہیں فرمایا کہ ایسا لباس کیوں پہن رکھا ہے۔ البتہ تکبر اور شہرت کے لباس سے سختی سے منع فرمایا اور اسراف سے بھی۔ ہر انسان حیثیت کے مطابق اچھا اور صاف ستھرا لباس پہن سکتا ہے جس میں اسراف پایا جائے نہ تکبر و غرور۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو شخص دنیا میں شہرت کا لباس پہنے گا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کو ذلت کا لباس پہنا کر آگ لگا دے گا۔

دور حاضر کا قیمتی اور متنوع لباس:

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری زندگی عمامہ، کرتہ، تہ بند اور چپل پہن کر گزاری ہے۔ کہاں ہم پاجامہ، شلوار، پتلون، بنیان، قمیص، بوشرٹ، کوٹ، مفلر، ٹوپی، پگڑی اور پاؤں میں فل سلیپر، بوٹ، سینڈل پہن کر بھی کہتے ہیں کہ میچنگ نہیں ہوئی۔ پھر بھی خدا کا شکر مفقود اور نماز گلدستہ طاق نسیاں۔

پردے کی اہمیت:

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے انصاری عورتوں (کے پردے کرنے) کی تعریف کی۔ فرمایا۔ جب سورہ نور کی یہ آیت نازل ہوئی۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ۔ (سورہ نور، ۳۱)

ترجمہ: اور (اے محمدؐ!) مسلمان عورتوں کو فرما دیجیے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کا اظہار نہ کریں اور اعضاء (ہاتھ پیر وغیرہ) کے علاوہ جن کے کھولنے کی (ضرورتاً) اجازت ہے اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں میں ڈال لیں۔ تو انصاری عورتوں نے (خدا کا حکم سن کر) اپنے پردے پھاڑ پھاڑ کر اپنی اوڑھنیاں بنالیں۔

مخصوص لباس:

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے والی عورتوں اور عورتوں سے مشابہت کے ساتھ مشابہت کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے۔ مطلب یہ کہ جو عورت لباس وغیرہ میں مرد کا طریقہ اختیار کرے یا جو مرد عورتوں کی سی زنانہ طرز پسند کرے اس پر لعنت ہے۔ داڑھی مونچھ منڈا کر عورتوں کا سا چہرہ بنانا یا ان کا لباس پہننا یا بعض عورتوں کا مردوں کی طرح سر کے بال کٹانا اور مردانہ لباس زیب تن کرنا سب کا سب حدیث مذکور کی روشنی میں قابل اصلاح ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ نے عورتوں کا لباس پہنے والے مرد اور مردوں کا لباس پہنے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی باریک اور نازک کپڑا پہنے سے باز رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆

بقیہ نوربخش کے سائنسی افکار

نہ پہنچ سکے بلندی کی وجہ سے سانسیں پھول جائیں، شدید سردی برداشت نہ کر پائیں تو ان کیلئے بلندی، چڑھنا، عروج، کیا معنی۔ جو بیس کیمپ پر ہونگے، وہ دیگر پستیوں کے مقابلے میں کافی بلندی پر ہونگے، عملاً وہاں تک پہنچنا بھی ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ہے۔ اب جو بیس کیمپ پر ہونگے وہ کیمپ تھری والوں کو رشک کی نگاہ سے دیکھیں گے اور خود کیمپ تھری والے اپنی بلند ہمتی پر نازاں ہونگے کیونکہ وہ لاکھوں میں سے چند ہیں۔ تاہم ان کیلئے بھی ابھی منزل بہت اوپر اور نہایت کٹھن ہے۔ لیکن جو افراد چوٹی پر پہنچ چکے ہوں اور وہاں سے فضائے بے کراں کا مشاہدہ کر رہے ہوں، تمام چوٹیوں کو اپنے سے نیچے پاتے ہوں، تو وہ کیمپ تھری والوں کے بارے میں کیا رائے رکھیں گے، یہی نا کہ ابھی تو وہ بہت نیچے ہیں، ان کو کیا معلوم فضا کی وسعتیں کیا ہیں؟۔ صرف کیمپ تھری پر پہنچ کر اپنے آپ کو بلندی پر سمجھتا ہے حالانکہ وہ چوٹی کی نسبت پستی کی ہی منزلوں میں سے ایک منزل ہے۔ فضائے بے کراں اور لامتناہی وسعتوں پر مشتمل منازل جو اس عالم آب وگل سے اوپر ہے، ان بلندیوں تک کا سفر ابھی اس چوٹی سے شروع ہوتا ہے، جو ٹھوس مادی راستے کی انتہا ہے۔ یہاں سے مزید بلندی صرف پرواز کے ذریعے ممکن ہے۔ تاہم جو اس بلند ترین زمینی مقام تک پہنچ سکا ہوا، اسے ہی ذوقِ پرواز کا جنون ہوگا، کیونکہ وہ وسعت افلاک کو دیکھ رہا ہے۔ جن کی منزل ابھی تک اسی زمینی مقام اعلیٰ تک رسائی ہو، وہ فی الحال اُس ذوقِ پرواز سے عاری ہونگے، تاہم ان کی ہمت و ریاضت اس مقام تک رسائی ہوگی۔ بلندی کے اس سفر میں ہر قدم کے بعد آپ ایک نئی دنیا کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ہر نئے قدم کے ساتھ حیرت اور استعجاب کی ایک نئی کیفیت سے دوچار ہوتا ہے۔ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ جوں جوں چوٹی سے قربت بڑھتی جاتی ہے، شوقِ سفر میں اتنا ہی اضافہ ہوتا جاتا ہے، ہر قدم کے ساتھ ساتھ سفر کی مشکلات کو ہیچ سمجھنے لگتا ہے، اور ہر لمحے بے پناہ استقامت، توانائی، اور عزم کیلئے دعا گو ہوتا ہے، یہاں پر اگر کسی شے کی طلب ہے تو فقط چوٹی تک پہونچنے کا عزم و استقلال، ہمت و توانائی اور آغاز پرواز کی ایک مبہوم سی خواہش ہوتی ہے۔

اب ایک طرف میں ہوں جو اپنے گھر کی چھت پر چڑھ کر دیکھتا ہوں تو چاروں طرف آسمان کو چھوتا ہوا پہاڑ نظر آتا ہے، کسی دوسرے چھت پر چڑھ کر دیکھوں تو بھی وہی منظر۔ ان چوٹیوں کو بھی اپنے پاؤں تلے دیکھنے کا شاید خواب بھی پیدا نہ ہوا ہو۔ یا شاید کسی ایسے خواب کی طرف مجھے جانے ہی نہ دیا گیا ہو۔ ایسے میں پہاڑ کی چوٹی سے آغاز پرواز خوابوں کے خواب ہی ہو سکتے ہیں۔ نوربخشؒ نے ان منازل شوق کی طرف پرواز کی کیفیات اپنی کتاب رسالہ معراجیہ اور نوریہ میں بیان فرمایا ہے۔

یہ ہیں مراحل شوق۔ نہیں معلوم کس حد تک میں اپنا مدعا بیان کرنے میں کامیاب ہوا ہوں، یہ تو آپ بتائیں گے۔ لیکن یاد رکھیں کہ تصوف میں ارتقائے روحانی کا سفر کچھ ایسا ہی ہوگی۔ شدید مشکلات، مسلسل ریاضت، نگاہیں ہمیشہ چوٹی یعنی بلند ترین منزل پر، ہر قدم پر نئے عزم و ہمت اور توانائی کی طلب، تھوڑی سی غفلت سے گہرائیوں میں گرنے اور نقصان کا خطرہ، چاروں طرف شدید موسمی حالات، راستے کی دشواریوں، اور نظارہائے راہ کی رعنائیوں میں کھو کر حرکت روکنے کی صورت میں وہیں جم کر برف بننے کا خطرہ درپیش رہتا ہے۔ لہٰذا مسلسل حرکت ہی زندگی کی ضامن ہے، سکون یکسر موت ہے۔ اس تمثیل میں ایک انتہائی دلچسپ بات یہ ہے کہ اس پورے سفر میں مسافر کسی مضبوط رسی سے جڑا ہوتا ہے، اس رسی کو مضبوطی سے تھام کر اس طرح کا سفر ممکن ہے۔ رسی ذرا سی ہاتھ سے چھوٹ جائے تو تیز ہوائیں نہ جانے ہمیں کہاں سے کہاں پہنچا دیں۔ قدم تھوڑا سے ڈگمگا جائے، یا پھسل جائے تو سنبھلنے کا واحد ذریعہ مضبوط رسی کا سہارا ہی ہوتا ہے۔ اس تمثیل میں بس اتنا اور اضافہ کرتے ہیں کہ وہ مضبوط رسی چوٹی سے نیچے آئی ہوئی ہے جہاں پر یہ یقیناً محفوظ اور مضبوط سماوی اور ملکوتی سہاروں سے جڑی ہوئی ہے یا یوں سمجھیں کہ یہ رسی (حبل اللہ) محفوظ اور مضبوط ہاتھوں (ید الٰہی) کی گرفت میں ہیں، اور جو اسے مضبوطی

سے تھام کر سفر جاری رکھے، چوٹی تک ہی رسائی ہوگی، باد مخالف کا کوئی زور اسکے قدم نہیں اکھاڑ پائے گا، کسی لمحے کیلئے وہ معلق ہی کیوں نہ ہو، اس کا پاؤں زمینی راستے سے الگ ہی کیوں نہ ہو جائے، وہ گرے گا نہیں، جب تک اس رسی کے ساتھ یہ اپنے آپ کو منسلک رکھتا ہے۔ (رسی کو تھامنے کی تمثیل میں بیعت کا فلسفہ بھی شامل ہے)۔

علمائے رسمی کو اکثر کثرت و وحدت کی دوئی پریشان کیے رکھتی ہے، لیکن اگر ہم میر سید محمد نوربخشؒ کے منطقی، کلامی اور ریاضیاتی دلائل کو بغور سمجھ لیں تو شاید یہ دوئی بھی محض ایک اضافتی کیفیت نظر آتی ہے۔اعدادی وحدت و کثرت کے حوالے سے نوربخشؒ کی تشریح نہایت معنی خیز ہے کیونکہ کثرت میں وحدت کے رموز پوشیدہ ہیں اور دراصل کثرت کی بنیادی وحدت ہے۔ میں یہاں اس کی آسان الفاظ میں تشریح ہی پیش کروں گا۔معاملہ اظہار کا ہے، اور اظہار کا انحصار ہے شاہد، داعی، یا مظہر کے حوالے کے محورْ پر۔ اظہار کلامی معاملہ discourse matter ہے نہ کہ وجودی ontological یا شہودی Perceptual حقیقت۔مثلاً آپ دس کے ہندسے کو ایک کہیں تو غلط نہیں کیونکہ دس کا وجود اکائی کی وجہ سے ہے، صفر تو نہ ہونا ہے، لیکن جب یہی صفر ایک کے ہندسے پیچھے (مقامی قیمت place value کی مناسبت سے) آجائے تو بامعنی کثرت،عدد ایک بغیر آجائے یا اس کے آگے آنے کی کوشش کرے تو 'عدم' یعنی اس کا 'ہونا' ہی 'کچھ نہ ہونا' ہے، نفی وجود کے سوا کچھ نہیں۔ایک کے بنا اثبات کو چھو بھی نہیں سکا۔ معاملہ صرف دونوں ہندسوں کی حوالے کے محور پر منحصر ہے۔ سارا معاملہ صفر اور ایک کی پوزیشن کا ہے۔ صفر ''لا'' ہے، اور ایک ''الا''۔بقول اقبال لا تلوار ہے نفی غیر کا، یعنی غیر کے مکمل خاتمے کا سب کو صفر سے ضرب دینے کا عمل جس سے ہر غیر کی نفی کی جاتی ہے، کسی کو خاطر میں نہیں لایا جاتا۔پھر اثباتِ وحدت کی جاتی ہے تب اعداد وجود میں آتے ہیں، ممکناتِ کائنات اور حیات و ممات کا ظہور ہوتا ہے۔

عدد دس بذات خود دس اکائیوں کا ہی مجموعہ ہے، اور دس بنانے کا ریاضیاتی عمل دراصل لامتناہی کثرت کی وجود کا بنیادی فارمولا ہے۔جب تک ہم صفر کے بعد ایک کا عدد نہیں لگاتے، کثرت وجود میں نہیں آتی، اس بات کو اگر یوں بیان کریں تو شاید معنی خیز ہوگا کہ صفر آپ لاکھ مرتبہ دہرائیں، کچھ نہ ہونے کے سوا، کچھ بھی نہیں۔ جب صفروں کے بعد وحدت یا اکائی کی وجود کا اقرار کیا جاتا ہے، وحدت کی تائید ہوتی ہے، ایک کا ہندسہ آگے بڑھنے اور رہنمائی کیلئے مل جاتا ہے تب دس، سو، ہزار اور یوں لامتناہی ممکنات معرض وجود میں آجاتے ہیں۔ایک اور دلچسپ بات یہ ہے کہ وحدت کو حتمی سہارا ماننے کے بعد یعنی سادہ لفظوں میں ایک کے ہندسے کو leading position پر رکھنے کے بعد، جس حد تک صفر بڑھائیں، عدد اتنا ہی عظیم ہوتا ہے۔ وحدت کو تسلیم کیے بنا نہ دس کا عدد وجود میں آتا ہے نہ کروڑ یا ارب کھرب کا، لیکن فرق کیا ہے؟ ان اعداد کی عددی قیمتوں میں، کس چیز نے کروڑ کو دس کا دس لاکھ گنا بنا دیا؟ کس حقیقت نے یا کس عمل نے ایک ارب کو ہزار کا لاکھوں گنا بڑا کر دیا؟ ایک تو وہی ایک ہے، سب سے آگے، سب سے بڑے مقام (place value) پر۔ بات دراصل یہ ہے کہ صفر کی تعداد میں اضافے نے عددی قیمتوں میں یہ فرق ڈال دیا ہے۔ مطلب کیا ہے؟ میری حقیر رائے میں وجہ یہ ہے کہ اثبات وحدت سے پہلے جتنی زیادہ نفی غیر ہو جائے، یعنی جتنی بار صفر آجائے، اتنا ہی وہ عدد عظیم ہوتا جاتا ہے۔ تاہم اگر لاکھوں نفی کے بعد صرف ایک بار اثبات وحدت نہ ہو پائے تو وہی کا وہی 'لا' ابتدائی مقام پر، جو 'نہ ہونے' کے سوا کچھ بھی نہیں۔ 'ہو سکنے کی لامتناہی امکانات' صرف غایت اثبات وحدت پر منحصر ہے۔ ابلیس سے شاید یہی غلطی ہوئی، ہزاروں صفر لگانے کے بعد آخر میں ایک اور بڑا صفر لگا کر بیٹھ گیا۔ایک کو بھی ''لا'' کہا۔یوں صفر سے ضرب ہو گیا۔

ایک کا ہندسہ 'امر' ہے، جس سے 'خلق' ظہور پذیر ہوتی ہے، وحدت سے کثرت وجود میں آتی ہے، لیکن کثرت، وحدت میں خلل کا باعث نہیں ہوتا کیونکہ کثرت کی انتہا لامتناہی وحدت کے سوا کچھ نہیں۔

باقی صفحہ نمبر 23 پر

دامانِ خیال

سوچنے کی باتیں

ایچ جامدی چھوربٹی

سبحان اللہ ماشاءاللہ مسلک نوربخشیہ سلسلۂ ذھب کے بزرگوں کا مذہب ہے اس میں بکثرت اولیاء اللہ، مرشدین حق اور سالکان راہ خدا گاہے گاہے مخلوق خدا کو راہ حق کی ہدایت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کسی نے قلم کی طاقت استعمال کی اور کسی نے زبان و بیان اور کسی نے اپنے کردار و اخلاق کے ذریعے انسانوں کی رہبری فرمائی۔

شاہ سید علیہ الرحمۃ نے ببانگ دہل اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَ نِیْ اَنْ اَرْفَعَ الْاِخْتِلاف من بین ھذہ الامۃ آگے فرماتے ہیں و ابین الشریعۃ المحمدیۃ کما کانت فی زمانہ من غیر زیادۃ و نقصان۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دی کہ امت کے درمیان موجود اختلافات کو ختم کرے، میں نے شریعت محمدی کو بیان کیا کسی کمی بیشی کے بغیر جیسی آپؐ کے دور میں تھی، آپ کے دعویٰ پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے آج ہم بحیثیت نوربخشی اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ہم شریعت مطہرہ پر کما کانت فی زمانہ عمل کرنے والے ہیں۔ مگر بات صرف دعویٰ تک محدود نہیں ہونی چاہیئے یا صرف زبانی بیانی یہ کہنے سے کہ ہم شریعت محمدیہؐ "جس طرح شاہ سیدؒ نے کتاب "الفقہ الاحوط" کی شکل میں ہمیں تحفۂ ہدیہ عنایت فرمائی ہے" پر عمل کرنے والے ہیں۔" درست تب تک نہیں ہے جب تک عملاً ایسا نہ کرنے لگیں۔ یہاں یہ بات کہنے کی ضرورت اس لیے پڑی کہ کتاب فقہ الاحوط میں جس طرح نمازوں کے آداب، صف بندیوں اور دیگر ارکان اور افعال کی ادائیگی پر سختی کی ہے وہاں ہم ان پر سختی سے کاربند نظر نہیں آتے۔ ورد و وظائف مثلاً اوراد خمسہ، اوراد عصریہ، دعائے صبحیہ اور اورادِ فتحیہ نوربخشیت کی اصل پہچان ہیں۔ ان پر عمل کر کے ہی ہم پکا نوربخشی ہونے کا دعویٰ کریں تو بہت اچھا ہوگا۔

"تعقیبات کا پڑھنا سنت شریفہ ہے جو کہ نبی پاکؐ سے چلی آرہی ہے اور اس کا وارث نہیں ہو سکتا مگر صرف نیک لوگوں کے۔"

نمازوں کے بیان میں آپ فرماتے ہیں:

وَ یَجِبُ ان تجھر با القر ان فی الصبح ولا وبین من المغرب والعشاء لرجال فی الامامۃ والوحدق وفی الیونی الاسرار.

ترجمہ: صبح کی نماز اور مغرب وعشاء کی دونوں پہلی رکعتوں میں قرأت کا جہری انداز میں پڑھنا واجب ہے مردوں کے لیے امامت اور انفرادی نماز میں اور باقی نماز میں سراً پڑھنا۔

یہاں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ فرض نمازوں میں آواز نکال کر قرائت پڑھنا واجب ہے ان فرض نمازوں میں جن میں امامت کے ساتھ جبراً پڑھی جاتی ہے مثلاً صبح کی نماز میں اور مغرب وعشاء کی پہلی دونوں رکعتوں میں چاہے امامت کی صورت میں ہو، چاہے انفرادی حالت میں ہو مردوں کے لیے جبراً قرأت کا پڑھنا واجب ہے۔ دوسری بات جو کہ قابل غور اور اس پر عمل لازمی ہے وہ یہ کہ ہم اکثر نماز صبح اور عصر کے بعد نوافلات اور سنتیں پڑھتے ہیں جو کہ مکروہ بتایا گیا ہے۔

"کسی بھی جگہ مکروہ اوقات یہ ہیں۔ جب سورج طلوع ہو رہا ہو یا جب غروب ہو رہا ہو اور بالکل استواء کا وقت۔ کیونکہ ان اوقات میں غیر مسلم بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور صبح اور عصر کی نماز کے بعد فرض نماز کے علاوہ باقی مکروہ ہیں۔"

ہم پر لازم ہے کہ ان چیزوں پر دھیان رکھیں مسجدوں میں جلدی پہنچ کر صف اول میں جگہ حاصل کرنے کی کوشش ہونی چاہیے۔

مگر یہاں معاملہ الٹ ہے اگر ہم پہلے پہنچے ہوئے ہوں اور نماز کھڑی ہونے والی ہو تو ایک شور اور بے ہنگم سا معاملہ ہو جاتا ہے کھینچا تانی اور دھکم پیل شروع ہو جاتی ہے کوئی دائیں بائیں سے کسی کو کھینچ رہا ہوتا ہے تو کوئی پیچھے سے کسی کو اگلی صف میں کھینچ رہا ہوتا ہے۔ یہ ایک غیر مناسب طریقہ ہے اور مسجد کے آداب کے بھی منافی ہے۔ صفوں کے درمیان غیر معمولی فاصلہ چھوڑا جاتا ہے یہاں تک کہ صف پوری نہیں ہوتی اور پیچھے سے ایک اور صف بنائی جاتی ہے اس طرح ہر صف پوری ہونے سے رہ جاتی ہے۔ حالانکہ آداب یہ ہیں:

''آداب جماعت یہ ہیں کہ صفیں سیدھی ہوں اور آپس میں ملے ہوئے ہوں بغیر کسی تنگی کے، اس میں بغیر کسی تنگی سے مراد ہرگز یہ نہیں ہے کہ نمازیوں کے درمیان دو دو فٹ کا فاصلہ چھوڑا جائے۔ اتنا فاصلہ ہو کہ نمازی ایک دوسرے کی رکوع سجود میں رکاوٹ نہ بنے لگیں۔''

ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو ملحوظ خاطر رکھ کر ہم درست نماز کی ادائیگی یقینی بنا سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: قرآن کی عظمت قرآن کی نظر میں

اگر وہ تمہاری نافرمانی کریں تو ان سے کہہ دو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے میں بری الذمہ ہوں۔ (الشعرہ آیت ۲۱۲،۲۱۶) اور بلاشبہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان ذریعہ بنا دیا ہے پھر کیا کوئی ہے نصیحت قبول کرنے والا؟ (القمر ۱۷) ان آیات سے یہ بات بھی کھل کر ہمارے سامنے آگئی ہے کہ ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری نہایت ضروری ہے جو اس سے منہ موڑتا ہے اس کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کوئی تعلق باقی نہیں رہ جاتا''

قرآن سے منہ موڑنے والوں کی معیشت تنگ ہو جائے گی!!

اب اگر میری طرف سے تمہیں کوئی ہدایت پہنچے تو جو کوئی میری اس ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ بھٹکے گا نہ بدبختی میں مبتلاء ہوگا۔ اور جو میرے ذکر سے منہ موڑے گا اس کیلئے معیشت تنگ ہوگی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے وہ کہے گا پروردگار دنیا میں تو میں آنکھوں والا تھا یہاں مجھے اندھا کیوں اٹھایا گیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں اسی طرح ہماری آیات کو جبکہ وہ تیری پاس آئی تھی جنھیں تو نے بھلا دیا تھا اسی طرح آج تجھے بھلایا جا رہا ہے۔ (طٰہٰ ۱۲۳،۱۲۶)

ہمیں چاہیے کہ قرآن مجید جو انسانوں کیلئے سب سے قیمتی سرمایہ ہے اس کی تعلیمات حاصل کریں اور اس کو پھیلانے کے سلسلے میں جو ہم سب پر فرض ہے سستی اور لاپرواہی کا مظاہرہ نہ کریں ورنہ قیامت میں شرمندگی اٹھانا پڑے گا اور یہ کہنا نہ پڑے کہ کاش میں مٹی ہوتا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ سب سے زیادہ اہمیت قرآن مجید کی تعلیم جو کہ اصلی تعلیم ہے اور اسلام میں جتنا زور تعلیم حاصل کرنے پر دیا ہے شاید ہی کسی اور مذہب نے دیا ہو اس کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اپنا جان اور مال لگا کر اپنے لئے سرمایہ آخرت جمع کر لینا چاہیے۔ اگر ہم اس نعمت الٰہی کی قدر نہ کریں گے تو یاد رکھیں ہم سے اس بارے میں سخت جواب طلبی ہوگی'' اور حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے ایک نصیحت نامہ ہے اور عنقریب تم لوگوں کو اس کی جواب دہی کرنی ہوگی'' (الزخرف:۴۴)۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کے علم، عمل، اخلاص اور ایمان میں اضافہ فرمائیں اور احکامات خداوندی پر عمل پیرا ہو کر دین دنیا اور آخرت کی اصل کامیابی سے نوازیں۔ نیز خدا ہمیں قرآن مجید کی تعلیم کو عام کرنے، نیکیوں کو پھیلانے اور برائیوں سے خود بچنے اور دوسروں کو بچانے والا بنائے اور ثواب دارین سے نوازے۔ اور قیامت کے دن اللہ ہمیں شہداء صالحین، صدیقین اور انبیاء کے زمرے میں محشور فرمائے۔ سلامتی ہو ان لوگوں پر جو ہدایت کی پیروی کریں ہدایت وہی قبول کرتے ہیں جو نصیب والے ہیں اور ہمارے ذمے تو صاف صاف پہنچا دینا ہے اور بس۔ خدا ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ اللہ محمد ﷺ اور ان کی آل پر بے شمار رحمت، برکت اور سلامتی نازل فرمائیں۔ آمین۔

☆☆☆☆☆

فقہی مسائل

آپ کے مسائل اور ان کا حل

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

اس عنوان کے تحت سالکین کے سوالات کے جوابات شائع کیے جاتے ہیں۔ اس شمارے کے لیے جن سوالات کا انتخاب کیا گیا ہے ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

س 1: گھر میں T.V رکھنا کیسا ہے؟

ج: گھر میں TV رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ TV کے پروگرام پر دارو مدار ہے۔ اگر TV پر فحش پروگرام چلائے جائیں، اخلاق سوز حرکات والے ڈرامہ بازی اور اخلاق سوز حرکات کے حامل جنگلی جانوروں کی جنسی شکل کی نمائش فلمی گانے وغیرہ ناجائز ہیں۔ البتہ TV پر تلاوت قرآن، نعت رسول مقبولؐ، مرثیہ گوئی، قصیدہ گوئی، اور صوفیانہ احوال کے پروگرام شرعاً جائز ہیں۔ وعظ ونصیحت کے پروگرام اور سبق آموز معاشرتی مسائل پر مشتمل پروگرام شرعاً جائز ہیں۔

س 2: اسٹیٹ ایجنسی کے لیے اپنے گھر کا ایک حصہ کرایہ پر دینا اور کرایہ وصول کرنا کیسا ہے؟

ج: اسٹیٹ ایجنسی کے لیے اپنے گھر کے ایک حصہ کو کرایہ پر دینا جائز ہے۔

س 3: عصر اور صبح کی نمازوں کے بعد سجدہ تلاوت کرنا کیسا ہے؟

ج: عصر اور صبح کی نمازوں کے بعد سجدہ تلاوت کرنا درست ہے۔

س 4: نوحہ خوانی، مرثیہ خوانی، قصیدہ خوانی اور سینہ زنی کیسا عمل ہے؟

ج: اول الذکر تین چیزیں صحیح ہوں تو درست ورنہ نہیں۔ آخری چیز شرعاً حرام ہے۔

س 5: تابوت اور علم کو چومنا، وہاں سے کپڑے کے ٹکڑے نکالنا اور دھاگہ نکال کر بطور تبرک استعمال کرنا کیسا عمل ہے؟

ج: اس قسم کا اقدام ایک وہمی قسم کی چیز ہے شرعاً اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

س 6: داڑھی کاٹنے والے امام کے پیچھے مقتدی بننا کیسا ہے؟

ج: ایسا کرنا مکروہ ہے۔

س 7: خواتین وحضرات کے لیے پردے کے احکام، فقہ الاحوط سے مذکور احکام کافی ہیں۔ کیا یہ احکام نماز کے علاوہ عام حالات کے لیے بھی ہے؟

ج: پردے کے احکام فقہ الاحوط میں موجود ہے۔ جو عام حالات کے لیے بھی ہیں۔

س 8: جاندار چیزوں کی تصاویر بغرض آرائش وزیبائش گھر میں سجائے رکھنا کیسا ہے؟

ج: جاندار چیزوں کی تصاویر کو آرائش کے لیے استعمال مکروہ ہے۔

س 9: مؤذن کے اذان دینے کے بعد چلے جانے کی صورت میں کیا دوسروں کے لیے دوبارہ اذان دینے کی ضرورت ہوگی؟

ج: مؤذن اذان دے کے چلے جانے کی صورت میں اجتماعی ادائیگی کرنے والوں کے لیے اذان اور اقامت دونوں کا اعادہ ضروری ہے۔ انفرادی ادائیگی کرنے والوں کے لیے ضروری نہیں۔

س 10: تنگ پتلون پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

ج: یہ خالص فرنگی لباس ہے۔ اسلامی لباس نہیں لہذا نماز کے لیے فرنگی لباس پہن لینا جو پردے کے مقصد کو فوت کر دیتا ہے درست نہیں ہے۔

س 11: جمعہ کا آخری تشہد ملنے والا نماز جمعہ پڑھ سکتا ہے؟

ج: نماز جمعہ کا صرف تشہد ملنے والا نماز ظہر ہی پڑھے جمعہ کی نماز پڑھنے کا امکان ختم ہو جاتا ہے۔

س 12: خطبہ کے لیے اسلامی کتب ہاتھ میں لے کر خطبہ پڑھنا کیسا ہے؟

ج: اسلامی کتب کے سہارے لے کر خطبہ پڑھنا درست ہے۔ بشرطیکہ خطبہ کے ارکان پورے ہوتے ہوں۔

س 13: کونسی حدیث ہمارے ہاں قابل قبول ہے؟

ج: ہمارے نزدیک جس حدیث کا فقہ الاحوط کے ساتھ ٹکراؤ ہو وہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ فقہ الاحوط مجموعہ شریعت محمدیہؐ ہے جو حدیث مجموعہ شریعت محمدیہؐ سے متصادم ہو وہ درست نہیں ہو سکتی۔

س 14: اگر کسی شوہر نے بیوی کو مذاق میں طلاق دے دی تو کیا طلاق ہو جائے گی؟

ج: مذاق سے طلاق نہیں ہوگی۔

س 15: اگر شوہر طلاق کو مشروط کر دے کہ اگر تو گھر سے باہر نکل جائے تو سمجھ طلاق ہے۔

ج: یہ شرطیہ طلاق ہے اس سے طلاق نہیں ہوگی۔ تاہم یہ کفارہ کا موجب ہے۔

س 16: اگر کسی کے دل میں بیوی کو طلاق دینے کے خیال پیدا ہو تو کیا اس سے طلاق ہو جائے گا؟

ج: دل میں طلاق کے خیال آنے سے طلاق نہیں پڑے گی۔

س 17: خاندان کے افراد میں سے کسی نے شکایت پر طلاق دے تو طلاق ہوگی؟

ج: خاندان کے جس فرد سے شکایت کرے۔ مگر یہ طلاق نہیں ہوگی۔

امید ہے کہ محترم کلرک علی حسن چھوربٹ اور فقیر محمد یوسف اپنے سوالات کے جوابات سے مطمئن ہوں گے۔ اگر کوئی جواب وضاحت طلب نظر آئے تو خط سے وضاحت طلبی کی جا سکتی ہے۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: اعتکاف سوالاً جواباً

۱۲۔ لوگوں سے تعلق نہ رکھنا۔ ۱۳۔ لوگوں کے ساتھ ہمیشہ خاموشی اختیار کرنا۔

۱۴۔ ہمیشہ ذکر و تلاوت میں مشغول رہنا۔

۱۵۔ افعال خداوندی اور انتہائی مصلحت آمیز حکمت والی تقریر پر اعتراض کرنا چھوڑ دینا۔

پس جو شخص ان شرائط و ارکان کے حامل کسی عالم ربانی کی نگرانی میں اعتکاف بیٹھے تو بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ بشرطیکہ ریاکاری شہرت پسندی سے خالص پاک ہو۔ (الفقہ الاحوط ۱۹۱)

سوال: اعتکاف کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب: اعتکاف کی دو اقسام ہیں۔

۱۔ واجب اعتکاف (نذر و منت کا اعتکاف)

۲۔ مسنون اعتکاف

۱۔ واجب اعتکاف یا اعتکاف نذر:

ایسا اعتکاف جس کی منت یا نذر مانی جائے، اعتکاف واجب ہوتا ہے مثلاً کسی شخص نے منت مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو میں اللہ تعالیٰ کے لیے تین دن کا اعتکاف کروں گا۔ ایسا کہنے پر اعتکاف واجب ہو جاتا ہے۔

۲۔ مسنون اعتکاف:

رمضان المبارک کے آخری دس روز کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ کہلاتا ہے۔ واجب اور مسنون اعتکاف کے علاوہ جو اعتکاف کیا جائے وہ نفلی اعتکاف کہلاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اعتکاف کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆

اخبارِ تصوف

دنیائے تصوف کی خبریں

غلام محمد شاہین

اعتکاف نشینی

الحمد اللہ گذشتہ سالوں کی طرح امسال بھی مذہب صوفیہ نوربخشیہ کی تمام خانقاہوں اور مساجد میں رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں بالخصوص ۴۰ دنوں اور بالعموم آخری عشرہ محفل اعتکاف قائم رہی۔ چھلو بروق میں ۳۸۵ خوش نصیب معتکفین نے شرف حاصل کیا ان میں بعض پورے ۴۰ دن، ۲۰ دن، ۱۵ دن اور بعض بزرگ نے مسلسل ۴۰ ایام کیلئے خلوت نشین ہو گئے۔ اس بابرکت محفل میں ذکر جلی، ورد وظائف، اوراد فتحیہ وعصریہ اور خصوصاً دعائے صبحیہ کے دوران وہ روح پرور مناظر دیکھنے کو نصیب ہوئے جسمیں دنیا و مافیہا بھی بے خبر ہو جاتے تھے اس اعتکاف کے دوران نگرانی کی فرائض جناب قبلہ بوا حیدر صاحب، بوا داؤد صاحب، بوا مہدی تھکس، بوا موسیٰ تھکس، بوا زاہد چھلو اور دیگر صوفیائے کرام انجام دے رہے تھے اس محافل اعتکاف میں برطانیہ، امریکہ، متحدہ عرب امارات اور پاکستان کے تمام شہروں سے شرکت کی۔ آخری شب کو ایک بڑے جلسے کا بھی اہتمام کیا گیا جس میں علمائے کرام، مقررین، معززین، نعت خواں، اور نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن پاکستان کے کارکنوں نے شرکت کی اس جلسے کے مہمان خصوصی جناب الحاج محمد ابراہیم اور صدر جلسہ مفتی محمد عبداللہ صاحب تھے۔ اس روح پرور محفل میں جناب مولانا محسن علی، جناب قاری حافظ ذاکر صاحب، جناب مولانا علی محمد محمدی، جناب مولانا عبدالسلام حیدری اور NYF پاکستان کے مرکزی صدر نے خطاب کرتے ہوئے اعتکاف کی اہمیت، افادیت، بزرگان دین کی تعلیمات، علی الخصوص حضرت شاہ ہمدان علیہ الرحمہ اور حضرت شاہ سید محمد نوربخش علیہ الرحمہ کے نقش قدم پر چلنے پر تاکید کی۔

رپورٹر: سید انوار حسین میڈیکل سوشل کیس ورکر
نیشنل انسٹیٹیوٹ آف ری ہیبلی ٹیشن میڈیسن

☆☆☆☆☆

اعتکاف نشینی

اس سال بھی چھوٹک مسجد سکسا میں ۱۰ روزہ محفل اعتکاف بجا لانے کا شرف بعض خوش نصیبوں نے حاصل کی جس کی نگرانی محترم سید ذاکر حسین محترم جناب بوا اعلیٰ صاحب اور سید انوار حسین صاحب نے انجام دی شرکاء میں صوفی عباس، صوفی قربان، صوفی غلام حسین، حاجی ابراہیم، سید عقیل، سید شاکر حسین، صوفی لیاقت علی مدرس، شیر محمد مدرس، صوفی عبدالکریم مدرس، حولدار عبدالکریم، لانس نائیک غلام حیدر، نائیک عبدالسلام اور دیگر نے شرکت کی آخری تقریبات میں گاؤں کے تمام معززین نے شرکت کی اور اس محفل کا آغاز تلاوت کلام سے ہوا جس کی سعادت صوفی طفیل نے حاصل کی محترم بوا اعلیٰ نے اپنی خوش الحان آواز میں قصیدہ پڑھا اور مقررین نے اعتکاف کے فضائل، افادیت، عصر حاضر کی ضرورت اور ابلیس ملعون سے نبرد آزما ہونے کیلئے ضروری قرار دیا آخر میں دعائیہ کلمات کیساتھ محفل کا اختتام ہوا۔

رپورٹر: سید انوار حسین

☆☆☆☆☆

اعتکاف نشینی

خانقاہ معلی صوفیہ نوربخشیہ کورو میں اس سال بھی رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف نشینی کی محفل ہوئی۔ اعتکاف کے اختتام پر ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جس کی صدارت مولانا غلام نبی نے کی جبکہ مہمان خصوصی مولانا غلام مہدی تھے۔ سٹیج سیکریٹری

گئیں۔

رپورٹر: عابد نوری غریبی

☆☆☆☆☆

پاک بوائز ہوسٹل کے نئے کابینہ کی حلف برداری

پاک بوائز ہوسٹل سکردو کی نئی کابینہ کی حلف برداری کے موقع پر ایک تقریب منعقد ہوئی۔ جس میں ہوسٹل انتظامیہ اور انچارج نے شرکت کی۔ تقریب کی صدارت جناب مولانا افضل معروفی جبکہ مہمان خصوصی مولانا غلام رسول حقانی تھے۔ اسٹیج سیکریٹری کے فرائض افتخار احمد نے سرانجام دیے۔ محمد نعیم کی تلاوت کلام پاک کے بعد آصف شگری، کاشف حسین اور عرفان علی نے نعت رسول مقبولؐ پیش کی۔ محمد سہیل اور قیصر محمود صدیقی نے تقاریر کیں۔ مولانا افضل اور مولانا غلام رسول نے اپنے خطاب میں طالب علموں کو زیادہ سے زیادہ پڑھائی پر توجہ دینے کی ضرورت پر زور دیا۔ نئی کابینہ ان ارکان پر مشتمل ہے۔ قیصر محمود صدیقی صدر، عرفان علی نائب صدر، محمد حسین جنرل سیکریٹری، ساجد ابدائی ڈپٹی جنرل سیکریٹری، افتخار احمد فنانس سیکریٹری۔

رپورٹر: انتظامیہ پاک بوائز ہاسٹل سکردو

☆☆☆☆☆

مبارک باد

یوچنگ ملت سٹوڈنٹس فیڈریشن کراچی یونٹ محمد امداد ایم فیضی ہیڈ ماسٹر مڈل سکول یوچنگ کی گریڈ 18 میں ترقی ہونے پر اُن کو اور اُنکے اہل خانہ کو تہہ دل سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

رپورٹر: افضل گل، پریس سیکریٹری

☆☆☆☆☆

تقریب مبارک باد

گزشتہ دنوں یوچنگ ہاؤس میں یوچنگ ملت سٹوڈنٹس فیڈریشن کے زیر انتظام ایک تقریب منعقد ہوئی۔ جس میں یوچنگ سے کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ سٹیج سیکریٹری کے فرائض امین ارمان نے سرانجام دیے۔ تلاوت کلام پاک سے تقریب کا آغاز ہوا سعادت ثناء اللہ فیضی نے حاصل کی۔ اس کے بعد محمد افضل گل نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ تقریب میں تنظیم ہذا کے فنانس سیکریٹری عنایت حنیف کو محمد علی جناح یونیورسٹی سے ایم بی اے فنانس کی ڈگری کی تکمیل پر مقررین سرور علی، حسن پیر، بشیر نوازی، ثنا فیضی اور افضل گل نے مبارک باد دی۔ صدر تنظیم سخاوت حسین تبسم نے یوچنگ میں تعلیمی معیار کو بہتر بنانے پر زور دیا اور عوام کا ساتھ دینے پر شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے طالب علموں کو زور دیتے ہوئے کہا کہ اپنی تمام تر توجہ صرف اور صرف حصول علم پر دیں۔ انہوں نے ماسٹر ڈگری لینے پر عنایت حنیف کو مبارک باد دی اور پھولوں کے ہار پہنائے۔ آخر میں دعائیہ کلمات کے ساتھ تقریب کا اختتام ہوا۔

رپورٹر: افضل گل، پریس سیکریٹری

☆☆☆☆☆

مبارک باد

ہم نوجوانان صوفیہ نوربخشیہ سٹو لاہور یونٹ جناب آغا سید زاہد الموسوی (مرحوم) سابق میر واعظ خانقاہ معلیٰ صوفیہ نوربخشیہ سٹو کے فرزند ارجمند آغا سید مظفر علی حیدری ڈائریکٹر BISP کے برادر عزیز آغا سید ظفر علی الموسوی کی اوپرا یونیورسٹی امریکہ کی جانب سے سال کا بہترین طالب علم کا اعزاز حاصل کرنے پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

رپورٹر: ابن علی سیتوی متعلم منہاج یونیورسٹی لاہور

☆☆☆☆☆

NYF گنگ چھے کے زیر اہتمام عید ملن

گزشتہ دنوں NYF کے زیر اہتمام شاہ ہمدان چوک گنگ چھے خپلو میں ایک پر رونق عید ملن پارٹی منعقد کی۔ تقریب کی صدارت مولانا سیف اللہ سرانجام دے رہے تھے۔ جبکہ مہمان خصوصی کی نشست پر ڈاکٹر عبد العزیز تشریف فرما تھے۔ عید ملن کی اس پر رونق محفل سے نعت خوانوں، قصیدہ خوانوں اور مدح خوانوں نے انتہائی عقیدت و محبت سے گلہائے عقیدت پیش کیں۔ مقررین نے اظہار محبت رسولؐ،

سیرت النبیؐ، مذہب حقہ کو درپیش چیلنجز، NYF کی کارکردگی اور آئندہ کے لیے لائحہ عمل پر تفصیلی سے روشنی ڈالی۔ اور اتحاد بین المسلمین کے ایجنڈہ پر ہمیشہ عمل پیرا رہنے کی تلقین کی۔

رپورٹر: عون محمد مشرقی

☆☆☆☆☆

طالب علم کا اعزاز

پچھلے دنوں فیڈرل بورڈ کے رزلٹ میں تعمیر ملت پبلک سکول سکردو کی طالبہ ریحانہ بتول نے 720 نمبر لے کر دوسری پوزیشن حاصل کی۔ کلاس نہم کی طالبہ رباب علی نے بھی اپنی سکول میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔

رپورٹر: جنید حسن جانی

☆☆☆☆☆

اہم اجلاس

گزشتہ دنوں الحمدان BECS پرتوک میں یوم دفاع کے سلسلے میں ایک اہم اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں طالب علموں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ طالب علموں نے ملی نغمے، اور اس دن کی اہمیت کے بارے میں سامعین کو آگاہ کیا۔ اجلاس کے آخر میں کوالٹی ایجوکیشن رائج کرنے پر حسن کارکردگی اور طالب علموں میں انعامات تقسیم کیے۔

رپورٹر: محمد بشیر لاہوتی

☆☆☆☆☆

تقریب حلف برداری

گزشتہ دنوں پرتوک ویلفیئر آرگنائزیشن کی حلف برداری کی تقریب منعقد ہوئی۔ جس میں تمام عمائدین اور نوجوانوں نے شرکت کی اور باہمی اتحاد و اتفاق سے درج ذیل ممبروں سے غلام حسن ایڈووکیٹ صاحب نے حلف لیا۔ مارشل علی صدر، علی اصغر نائب صدر، عبد الرحمن جنرل سیکرٹری، سلطان علی ڈپٹی جنرل سیکرٹری، ذاکر حسین ارمان فنانس سیکرٹری، مشتاق احمد ڈپٹی فنانس سیکرٹری، محمد روزی رابطہ سیکرٹری، محمد بشیر سیکرٹری نشر و اشاعت۔

رپورٹر: محمد بشیر لاہوتی

☆☆☆☆☆

تقریب افتتاح

بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر ڈنگ کھور پرتوک کے عوام نے اپنی قلیل آمدنی اور مالی قربانی سے انتہائی مختصر عرصے میں مسجد کی تعمیر مکمل کی۔ رمضان المبارک میں مسجد کی باقاعدہ افتتاح ہوئی۔

رپورٹر: محمد بشیر لاہوتی

☆☆☆☆☆

مدرسہ شاہ ہمدان کراچی

مدرسہ شاہ ہمدان عوامی کالونی کراچی میں رمضان المبارک کے مہینے میں بچوں کے درمیان قرآن مجید کی تجوید، قرأت، مخارج، ترتیب وترتیل پر مقابلہ رکھا گیا۔ مقابلے میں تمام بچوں نے حصہ لیا۔ اس وقت مدرسہ میں 120 طالب علم زیر تعلیم ہیں۔ کامیاب طالب علموں کے نام درج ذیل ہیں۔ ابراہیم ولد علی براوی، حسن ولد بوا موسیٰ اور مبشر ولد بوا حسن نے بالترتیب پہلی، دوسری اور تیسری پوزیشن حاصل کی۔

رپورٹر: محمد صائم سرموی، طالب علم مدرسہ ہذا

☆☆☆☆☆

ششماہی امتحان

گزشتہ دنوں مدرسہ شاہ ہمدان سکردو میں ششماہی امتحان کے نتائج کا اعلان شائع ہوا۔ ریزلٹ میں تمام علماء کرام اور طالب علموں نے شرکت کی۔ مدرسہ کی کنسٹرکشن بھی آخری مراحل میں ہے۔ اس دفعہ امتحان تناسب ۸۰۵ فیصد رہا۔ کامیاب طالب علموں کے نام درج ذیل ہیں۔ محمد الیاس، محمد حسن، شیر علی، مہدی علی، محمد ابراہیم اور اختر حسین نے اپنی اپنی درجات میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔

رپورٹر: ابراہیم سراج

☆☆☆☆☆

NYF گنگ چھے کا تبلیغی دورہ

حسب سابق الاسال این وائی ایف خپلو کا ریلی تبلیغی دورہ کے لئے میر کاروان صدر NYF محسن علی شاہ ہمدان چوک خپلو سے مشہ بروم ویلی کی طرف صبح سویرے روانہ ہوا۔ تبلیغی قافلہ ۹۵ موٹر سائیکل اور ۲۵ گاڑیوں پر مشتمل تھے۔ ریلی نعروں کے گونج میں خپلو کے تمام محلوں سے گزرنے کے بعد یوچنگ، سرموں سے ہوتے ہوئے مشہ بروم کے گاؤں گلشن کبیر پہنچا جہاں لوگوں نے پرتپاک استقبال کیا۔ وہاں چائے کا بھی اہتمام تھا۔ پھر قافلہ کندوس کی طرف روانہ ہوا۔ کندوس میں قافلہ پہنچتے ہی عوام نے شاندار انداز میں استقبال کیا۔ اور خانقاہ معلی میں ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد ہوا۔ جلسہ کی صدارت جناب جی ایچ سیف اللہ صاحب نے کی اور مہمان خصوصی مولانا محسن علی صاحب تھے۔ جلسے میں مختلف مقرروں نے خطاب کی۔ جلسے کے اختتام کے بعد لنگر تقسیم ہوا۔ اس کے بعد قافلہ دم سم کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں ظہرانہ کا اہتمام تھا۔ ظہرانہ کے بعد دم سم سے واپس تھگس پہنچا۔ جہاں شربت کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اسی طرح ریلی واپس سرموں زکری پہنچے تو نعروں کی گونج میں استقبال ہوا اور شربت کا اہتمام تھا۔ اسی طرح ریلی شاہ مردان چوک خپلو میں درود و سلام کے ساتھ اختتام پذیر ہو۔

رپورٹر: سلیم تصوفی

☆☆☆☆☆

NYF کراچی یونٹ کا احتجاجی مظاہرہ

گزشتہ دنوں پریس کلب کراچی پر ہزاروں نوجوانان تصوف کا امریکی گستاخانہ فلم کے خلاف پُر جوش احتجاجی مظاہرہ نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن کراچی ڈویژن کے زیر اہتمام منعقد کیا گیا۔ جس میں منگھوپیر، کورنگی عوامی کالونی، کورنگی ڈیڑھ نمبر، کورنگی کراسنگ، گلشن اقبال، محمود آباد، منظور کالونی اور دیگر علاقوں سے کثیر تعداد میں عاشقان رسول ﷺ نے شرکت کی۔ جو بلوچ پل سے باقاعدہ ریلی کی شکل میں پریس کلب پہنچا جہاں تحریک صوفیہ کے ضلعی امیر جناب مولانا محمد اسحاق صاحب، صدر این وائی ایف سندھ زون کے امیر مولانا حسن نوری بت شکن صاحب، جی ایم کھاروی۔ دیگر مقررین نے شرکائے ریلی سے خطاب کیا، اور یہ پر امن احتجاج شاندار ریلی کی صورت میں واپس منظور کالونی پہنچ کر اختتام پذیر ہوا۔

پریس سیکرٹری این وائی ایف کراچی

☆☆☆☆☆

عشق رسولؐ

گزشتہ دنوں خانقاہ معلی صوفیہ نوربخشیہ کھرکوہ میں جمعہ کی نماز کے بعد یوم عشق رسول منایا گیا۔ جس میں تمام لوگوں نے شرکت کی اور عاشق رسول ہونے کا ثبوت دیا۔

رپورٹر: ایم آئی خیالی

☆☆☆☆☆

خوشخبری

میر واعظ سید محمد شاہ خانقاہ معلی صوفیہ نوربخشیہ کھرکوہ کے نور چشم سید امتیاز علی الموسوی نے ممبر رسولؐ پر چڑھ پر اپنا پہلا خطبہ پیش کیا۔ انہوں نے اس تاریخی خطبہ میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اہمیت اور ضرورت بیان کیا۔ جمعہ کے آخر میں لوگوں نے انہیں ہار، مبارک بادی اور درود و سلام کی گونج میں گھر تک پہنچایا۔ تمام نوجوانان کی طرف سے مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

رپورٹر: محمد اقبال خیالی

☆☆☆☆☆

تقریب

گزشتہ دنوں محلہ گلاب شگر میں مدرسہ کے طلبات نے حضرت فاطمۃ الزہراؑ کی شان میں ایک جلسہ کا انعقاد کیا۔ جلسہ میں محلہ کے تمام خواتین اور طالبات نے شرکت کی۔ مقررین نے گلہائے عقیدت اور حضرت فاطمۃ الزہراؑ کی شان، رتبہ اور ان کی طرز زندگی کے بارے میں روشنی ڈالیں اور خواتین خصوصا نئی نسل کی لڑکیوں سے پرزور اپیل کی کہ وہ اس عظیم ہستی کی نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرے۔

رپورٹر: محمد نیاز نیازی

باقی صفحہ 39 پر

نامہ سالک

قارئین کے خطوط

غلام محمد شاہین

دین کی ترقی وخوشحالی اور فلاح و بہبود میں نوائے صوفیہ جسم میں ذہن کی مانند دن رات سرگرم عمل ہے! اس بنا پر اراکین نوائے صوفیہ کا تہہ دل سے مشکور وممنون ہوں۔ایک مضمون ارسال ہے شائع فرما کر شکریہ کا موقع بخشیں۔

غلام رسول جگر کھر کو یول سکیل

ادارہ: مضمون قابل اشاعت اور باری آنے پر شائع کیا جائے گا۔

☆☆☆☆☆

میں نوائے صوفیہ کی وساطت سے صوفیہ نوربخشیہ کے تمام علماء، صحافی اور مالداروں سے گزارش ہے کہ ادارہ ہذا کو مضبوط اور فعال رکھنے کے لیے علمی اور مالی امداد جاری رکھیں۔تمام کارکنان کو سلام۔مبلغ سو روپے پیش خدمت ہے۔

عابد نوری غرسی

ادارہ: آپ کے جذبات کو شائع کر کے متعلقہ حضرات تک پہنچایا گیا ہے۔

☆☆☆☆☆

میں نوائے صوفیہ کا ایک پرانا اور خاموش قاری ہوں۔دہم جماعت کا طالب علم ہوں۔شاعری کے شوق نظر کئی بار نوائے صوفیہ میں اپنا کلام بھیجا مگر شائع نہیں ہوئی۔ایک نعت اور کچھ کلام ارسال ہے۔شائع فرما کر میری حوصلہ افزائی فرمائیں۔

قیصر محمود صدیقی چھلو گریونگ

ادارہ: شاعری اور کلام کے معیار کو دیکھتے ہوئے رسالہ میں شائع کرتے ہیں۔آپ کوشش جاری رکھیں۔

☆☆☆☆☆

نوائے صوفیہ شمارہ نمبر 112 نظروں سے گزرا۔تمام مضامین معیاری تھے۔خصوصاً اداریہ "ہماری شناخت" بہت زیادہ پسند آیا، جسے پڑھ کر بہت سے شکوک وشبہات کا ازالہ ہوا اور نوربخشی ہونے پر زیادہ فخر حاصل ہوئی۔اس جریدے کے لیے مسلسل خدمات پر تمام مضمون نگاروں کا مشکور ہوں۔

ابن علی سینوی متعلم منہاج یونیورسٹی لاہور

☆☆☆☆☆

تمام قارئین کو سلام۔نوائے صوفیہ عام فہم اور دلچسپ رسالہ ہے۔اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔غلام حسن نوربخش کے مضامین مجھے خاص کر پسند ہیں۔نوائے صوفیہ کے توسط سے نوجوانوں سے گزارش ہے کہ رسالے کو زیادہ سے زیادہ پڑھیں اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں۔ایک مضمون ارسال ہے شائع فرمائیں۔

مولانا غلام حسین نیازی مقیم لوکھا

ادارہ: آپ کے دینی جذبات رسالہ میں شائع کر کے لوگوں تک پہنچایا گیا ہے۔

☆☆☆☆☆

رسالہ بہت شوق سے پڑھتا ہوں۔تمام اراکین کی عمر درازی کے لیے دعا گو ہوں۔اللہ تعالیٰ نوائے صوفیہ کی دن دگنی رات چگنی ترقی عطا فرمائے۔آمین

محمد شریف نوری الکوروی

☆☆☆☆☆

میں ایک مستقل قاری ہوں اور ہمیشہ رسالے کا بے چینی سے انتظار میں رہتا ہوں۔رسالہ بہت سے معلوماتی چیزیں فراہم کرنے میں بے نظیر ہیں۔میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نوائے صوفیہ کے کارکنوں کو دن رات ترقی عطا فرمائیں۔

سجاد حسین سرموی

☆☆☆☆☆

مستقل قاری ہوں۔ ہمیشہ منتظر میں رہتا ہوں۔ تمام مضامین معیاری ہیں۔ تمام اراکین خصوصاً علامہ صاحب کی عمر درازی کے لیے دعا گو رہتا ہوں۔ نسرین بتول کے نام سے عطیہ شمیم بگٹی صاحب کو جمع کرایا ہے مگر ابھی تک رسالہ نہیں مل رہا۔ برائے مہربانی رسالہ ارسال کرے۔ شکریہ!

بشارت علی حسنی ڈغونی

☆☆☆☆☆

نوائے صوفیہ شوق سے پڑھتا ہوں۔ اس سال عطیہ جمع نہیں کرا سکا۔ تمام اراکین کو میرے طرف سے سلام۔ اللہ گیاری کے لواحقین کو میرے طرف سے صبر جمیل عطا فرمائیں۔ آمین

سپاہی مبارک علی 6NLI رجمنٹ

بقیہ تصوف کی خبریں

تعمیر و توسیع

الحمد اللہ مسجد امیر کبیر صوفیہ نوربخشیہ محلے یرکھور کی تعمیر و توسیع کا کام عوامی جوش وجذبہ سے جاری ہے۔ اس نیک کام میں محلے کے تمام پر خلوص نوجوان، بزرگ، خواتین اور بچے شامل ہیں۔ مسجد کی بنیاد شاہ ہمدان کے دست مبارک سے رکھی گئی تھی۔ مسجد کا کام صوفی حاجی حسن کوروی کی سرپرستی میں کیا جا رہا ہے۔ نہایت قلیل عرصے میں مسجد کا تہہ خانہ کا چھت لگ گیا ہے۔ اور اوپر منزل کا بھی کافی کام ہو چکا ہے۔

رپورٹ: سلیم تصوفی

☆☆☆☆☆

تعزیت

ممبر گلگت بلتستان اسمبلی جناب مفتی محمد عبداللہ کی جوان سال بیٹی کی وفات پر ادارہ نوائے صوفیہ جناب مفتی صاحب سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اور لواحقین کے دکھ اور غم میں برابر کے شریک ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔ (ادارہ)

☆☆☆☆☆

تعزیت

مولانا عبدالسلام تھلوی کا جوان سالہ بیٹا ظہیر اللہ کی اچانک وفات پر ادارہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل کی جانب سے تعزیت کے ساتھ لواحقین کے دکھ درد میں برابر کے شریک ہیں۔

(ادارہ)

☆☆☆☆☆

تعزیت

تھلے سٹوڈینٹس فیڈریشن اسلام آباد یونٹ کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں معروف عالم دین مولانا عبدالسلام تھلوی کے جوان سال بیٹا ظہیر اللہ کی اچانک وفات پر گہرے دکھ اور رنج کا اظہار کیا گیا۔ اجلاس میں مرحوم کے ایصال ثواب کے لیے فاتحہ خوانی کی گئی اور لواحقین کے لیے صبر و شکر کرنے کی دعا کی گئی۔

رپورٹ: سلیم تصوفی

☆☆☆☆☆

اطلاع عام

وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان کی جانب سے قومی سیرت النبیؐ 2012 ایوارڈ یافتہ بلتی نعتوں پر مشتمل کتاب ''ستورکھ'' ماڈرن بک ڈپو نیا بازار سکردو اور بوا انور صاحب جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ بلتستانیہ G-7 اسلام آباد سے دستیاب ہے۔ ہدیہ 200 روپے۔

رپورٹ: علی احمد قمر

آمدن

وصولیات

ادارہ

نمبر شمار	نام	رقم
1	ماسٹر محمد حسین بلغار ڈھوق	900
2	جی ایم پروانہ تلس	680
3	اختر حسین نوری بلغار	450
4	غلام محمد این وائی ایف سرموں	450
5	مولانا محسن ساقی سرموں	800
6	وزیر احسان کورو	1150
7	این وائی ایف چھلو خانقاہ	1650
8	این وائی ایف باقرپی کون	1700
9	این وائی ایف پیچن	1200
10	جنید سنگ	450
11	ماسٹر زاہد کندوس	450
12	الفلاح بک ڈپو چھلو	225
13	ماسٹر حسین چھلو غریس	500
14	مولانا محمد فیضی یوچنگ	600
15	شاہ سید ہاؤس سکردو	1150
16	این وائی ایف سرک	1000
17	این وائی ایف الچوڑی شگر	1800
18	محمد اویس قریشی کراچی بذریعہ یوا انور	450
19	عطیہ نوجوانان علاگرونگ ڈاغونی بذریعہ یوا انور	10030
20	ماسٹر محمد علی نمائندہ دغلے بذریعہ یوا انور	1560
21	ثناء اللہ نمائندہ لاہور	1260
22	اسلام آباد مسجد (شمارہ ۱۱۱)	1800
23	اسلام آباد مسجد (شمارہ ۱۱۲)	2200
24	محمد ذاکر جرجانی تھلوی مستقل خریدار	500
25	نجم الدین انسوتی این وائی ایف کراچی	7000

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن پاکستان

این وائی ایف بلتستان ڈویژن ضلع گانچھے کے زیر اہتمام عید ملن پارٹی 2012ء سے صدر محفل مولانا سیف اللہ و دیگر مقررین خطاب فرمارہے ہیں







این وائی ایف گلشن اقبال کراچی یونٹ کی حلف برداری



این وائی ایف کراچی ڈویژن کا احتجاجی ریلی







چلو گستاخ رسولؐ
اعظم مولانا محمد عبد

گستاخ رسولؐ پر مبنی فلم کے خلاف NYF اسلام آباد راولپنڈی یونٹ کا احتجاجی مظاہرہ



این وائی ایف تلس گانچھے یونٹ۔ حلف برداری

